U13645. Date. 23-12-09

Title - DEEWAN GHALIB (URDU).

Creator - Asad ullah Khan Ghalib

Publisher - Shirkat Kawyani (Berlan)

Date - 1920

Pages - 276.

Subjects - N.A.

[illegible]

[illegible]

[illegible] مطبع منشی نولکشور [illegible]
[illegible]

اطلاع

اس مطبع میں ہر علم و فن کی کتب کا ذخیرہ سلسلہ وار موجود ہے اگر ہر ایک کی فہرست مطول ہر ایک شائق کو بھیجا جائے تو ممکن نہیں لہذا اس فہرست میں صرف نام کتب درج کئے گئے ہیں تفصیلی حالات کتب کی معلوم فرما سکتے ہیں قیمتیں بھی اندازاً درج ہیں مگر کل پیچ کتب مطبوعہ ساده میں بعض کتب کلیات و دواوین و واسوخت اردو کے درج کرتے ہیں کہ جس کی کتاب ہے اوس فن کی اور بھی کتب موجودہ کارخانہ ہوں قدر داں ہوں کو آگاہی کا ذریعہ ہو

کلیات و دواوین و واسوخت اردو

بہارستان سخن اردو ناسخ و آتش و آباد کی ہمطرح غزلیں مصرع ۔

دیوان گویا تصنیف فقیر محمد خان گویا شاگرد خواجہ وزیر دیوان شاد ۔

دیوان رند تصنیف نواب سید محمد خان بہادر لکھنوی شاگرد آتش

دیوان فدا نہایت عمدہ دیوان تصنیف مولوی فدا حسین صاحب ۔

گلدستہ امانت ۔ مخمسات امانت شاعر لکھنوی کے

دیوان اسیر منشی مظفر علی صاحب اسیر شاعر نامور ۔

دیوان غافل تصنیف جناب منور خان صاحب غافل ہمپایہ آتش و ناسخ

دیوان ذوق کلیات سید ابراہیم دہلوی متخلص بہ ذوق ۔

منتخبات میر درد و سودا واسطے مدارس اودھ کے طبع ہوا ۔

دیوان صادق ۔ مصنفہ قاضی عبد الحق صاحب

گلدستہ نعت ۔ از محمد واحد علیخان ۔

قصائد مدحیہ سرور کائنات تصنیف مولوی جمیل الدین احمد صاحب ۔

دیوان لطف ۔ یہ عمدہ دیوان پاکیزہ و مرغوب ہے

مجمع الاشعار مجموعہ کلام اساتذہ ۔

دیوان منہاج سالک مولفہ مرزا اصغر علی بیگ

دیوان نیاز تصنیف شاہ نیاز احمد اردو و فارسی

دیوان شہیدی مشہور شاعر کا کلام ہے عمدہ طبع جدید ۔

دیوان امیر مسمے بمرآت الغیب تصنیف منشی امیر احمد صاحب امیر ۔

دیوان نشاط الاحباب از ابو بہر گوبند سہائے

دیوان جرار مشہور شاعر مرزا حسین بیگ متخلص بہ جرار ۔

چمن بے نظیر مجموعہ کلام شعرائے قدیم ۔

دیوان قلق مظہر عشق تصنیف آغا بالدہ خواجہ اسد قلق ۔

مکا فضل خلاصہ و زمانہ

[illegible]

بمطبع منشی نولکشور مطبوع ہوا

بسم الله الرحمن الرحیم

مشام شمیم آشنایان را صلا و نهاد انجمن نشینان را مژده که نسختی از سامان مجمره گردانی آماده و دامنی از عود هندی
دست بهم داده است نه چوبهای سنگ خورده سنجار ناملایمی شکسته بی اندام تراشیده بلکه به تیشه نگارنده بکار
ریزریز کرده و به سوهان خراشیده ایدون نفس گداختگی شوق جستجوی آتش پارسی ست نه آتشی که در کلخنهای هند
افسرده و خاموش و از گرد خاکستر مرگ خودش سیه پوش نی چه پیروی ملتست از ناپاکی با استخوان مرده نیا
شکستن و از دیوانگی به پرستش شمع مزار گشتن آویختن هر آئینه بدل گداختن نیرو دمیدم افروختن را آشنایم
آتش به صنعت برافروزنده و آتش پرست را باد افراه هم و آتش سوزنده نیک میدانند که تیره منهده در نهو
آن رخشنده آذر مشعل در آتش است که چشم روشنی هوشنگ از سنگ برون تافته و در ایوان لهراسپ نشو و نما یافته
خس افسرده عشرت لاله رنگ شمع را چشم دکده را چراغ بخشنده یزدان روان انجمن برافروز را سپاسم که شرارش از آن
آتش تابناک بجا گستر خویش یافته بکارگاه سینه نشانده ام و از نفس دمه بران برنهاده بوکه در اندک مایه روزگاران
فراهم تواند آمد که مجمره را فروزش و شناسائی چراغ و رائحه عود را بال شناسائی و دماغ تواند بخشید بارنگارنده این نامه را
آن در سر است که پس از انتخاب دیوان ریخته بگرد آوردن سرمایه دیوان فارسی برخیزد و باستنفاع کمال این فرخ فرجام
پس از نوید خویشتن نشینید امید که سخن ملیدان سخنورستا پراگنده بیاتی را که خارج ازین اوراق یابند از تراوش رگ
کلک این نامه سیاه نشناسند و جام گرد آورنده و ستایش نکوهش آن اشعار مضمون ماخوذ نگارنده سپاس این باد دادخواهی
ناشنیده از تهی بیدائی نارسیده مبینی نقش بضمیر آید نقاش آن اسد الله خان موسوم به میرزا نوشه و
معروف به غالب متخلص است چنانکه اکبرآبادی مولد و دهلوی مسکن است فرجام کارش نجفی مدفن خیر باد

غزلیات

نقش فریادی ہے کس کی شوخیٔ تحریر کا / کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا
کاوِ کاوِ سخت جانیہاے تنہائی نہ پوچھ / صبح کرنا شام کا لانا ہے جوے شیر کا
جذبۂ بے اختیارِ شوق دیکھا چاہیے / سینۂ شمشیر سے باہر ہے دم شمشیر کا
آگہی دامِ شنیدن جسقدر چاہے بچھاے / مدعا عنقا ہے اپنے عالمِ تقریر کا

بسکہ ہون غالب اسیری مین بھی آتش زیر پا
موے آتش دیدہ ہے حلقہ مری زنجیر کا

جراحت تحفہ الماس ارمغان داغ جگر ہدیہ / مبارکباد اسد غمخوار جان دردمند آیا

جز قیس اور کوئی نہ آیا بروے کار / صحرا مگر بہ تنگیٔ چشمِ حسود تھا
آشفتگی نے نقش سویدا کیا درست / ظاہر ہوا کہ داغ کا سرمایہ دود تھا
تھا خواب مین خیال کو تجھسے معاملہ / جب آنکھ کھل گئی نہ زیان تھا نہ سود تھا
لیتا ہون مکتبِ غمِ دل مین سبق ہنوز / لیکن یہی کہ رفت گیا اور بود تھا
ڈھانپا کفن نے داغِ عیوبِ برہنگی / مین ورنہ ہر لباس مین ننگِ وجود تھا

تیشے بغیر مر نہ سکا کوہکن اسد
سرگشتۂ خمارِ رسوم و قیود تھا

کہتے ہو نہ دینگے ہم دل اگر پڑا پایا / دل کہان کہ گم کیجے ہمنے مدعا پایا
عشق سے طبیعت نے زیست کا مزا پایا / درد کی دوا پائی درد بے دوا پایا
دوستدارِ دشمن ہے اعتمادِ دل معلوم / آہ بے اثر دیکھی نالہ نارسا پایا
سادگی و پرکاری بیخودی و ہشیاری / حسن کو تغافل مین جرأت آزما پایا

غنچہ پھر لگا کھلنے آج ہمنے اپنا دل
خون کیا ہوا دیکھا گم کیا ہوا پایا

حال دل نہین معلوم لیکن اسقدر یعنی
ہمنے بارہا ڈھونڈھا تمنے بارہا پایا

شور پند ناصح نے زخم پر نمک چھڑکا
آپ سے کوئی پوچھے تمنے کیا مزا پایا

دل مرا سوز نہان سے بے محابا جل گیا
آتش خاموش کے مانند گویا جل گیا

دل مین ذوق وصل و یاد یار تک باقی نہین
آگ اس گھر مین لگی ایسی کہ جو تھا جل گیا

مین عدم سے بھی پرے ہون ورنہ غافل بارہا
میری آہ آتشین سے بال عنقا جل گیا

عرض کیجے جوہر اندیشہ کی گرمی کہان
کچھ خیال آیا تھا وحشت کا کہ صحرا جل گیا

دل نہین تجھکو دکھاتا ورنہ داغون کی بہار
اس چراغان کا کرون کیا کارفرما جل گیا

مین ہون اور افسردگی کی آرزو غالب کہ دل
دیکھکر طرز تپاک اہل دنیا جل گیا

شوق ہر رنگ رقیب سروسامان نکلا
قیس تصویر کے پردے مین بھی عریان نکلا

زخم نے داد نہ دی تنگی دل کی یارب
تیر بھی سینۂ بسمل سے پرافشان نکلا

بوے گل نالۂ دل دود چراغ محفل
جو تری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

دل حسرت زدہ تھا مائدۂ لذت درد
کام یارون کا بقدر لب و دندان نکلا

ہے نوآموز فنا ہمت دشوار پسند
سخت مشکل ہے کہ یہ کام بھی آسان نکلا

دل مین پھر گریہ نے اک شور اٹھایا غالب
آہ جو قطرہ نہ نکلا تھا سو طوفان نکلا

دھمکی مین مر گیا جو نہ باب نبرد تھا
عشق نبرد پیشہ طلبگار مرد تھا

تھا زندگی مین مرگ کا کھٹکا لگا ہوا
اڑنے سے پیشتر بھی مرا رنگ زرد تھا

تالیف نسخہ ہاے وفا کر رہا تھا مین
مجموعۂ خیال ابھی فرد فرد تھا

دل تا جگر کہ ساحل دریاے خون ہے اب
اس رہگذر مین جلوۂ گل آگے گرد تھا

جاتی ہے کوئی کشمکش اندوہ عشق کی
دل بھی اگر گیا تو وہی دل کا درد تھا

احباب چارہ سازیٔ وحشت نکر سکے
زندان مین بھی خیال بیابان نورد تھا

یہ لاش بے کفن اسد خستہ جانکی ہے
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

۵۷

شمار سبحہ مرغوب بت مشکل پسند آیا
تماشاے بیک کف بردن صد دل پسند آیا

بفیض بیدلی نومیدی جاوید آسان ہے
کشایش کو ہمارا عقدۂ مشکل پسند آیا

ہواے سیر گل آئینۂ بیمہری قاتل
کہ انداز بخون غلطیدن بسمل پسند آیا

۵۸

دہر مین نقش وفا وجہ تسلی نہ ہوا
ہے یہ وہ لفظ کہ شرمندۂ معنی نہوا

سبزۂ خط سے ترا کاکل سرکش نہ دبا
یہ زمرد بھی حریف دم افعی نہوا

مین نے چاہا تھا کہ اندوہ وفا سے چھوٹون
وہ ستمگر مرے مرنے پہ بھی راضی نہوا

دل گذرگاہ خیال مے و ساغر ہی سہی
گر نفس جادۂ سر منزل تقوی نہوا

ہون ترے وعدہ نکرنے مین بھی راضی کہ کبھی
گوش منت کش گلبانگ تسلی نہوا

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے
ہمنے چاہا تھا کہ مر جائین سو وہ بھی نہوا

مر گیا صدمۂ یک جنبش لب سے غالب
ناتوانی سے حریف دم عیسی نہ ہوا

۵۹

ستائش گر ہے زاہد اسقدر جس باغ رضوان کا
وہ اک گلدستہ ہے ہم بیخودونکے طاق نسیان کا

بیان کیا کیجیے بیداد کاوشہای مژگان کا
کہ ہر یک قطرۂ خون دانہ ہے تسبیح مرجان کا

نہ آئی سطوت قاتل بھی مانع میرے نالون کو
لیا دانتون مین جو تنکا ہوا ریشہ نیستان کا

دکھاؤنگا تماشا دی اگر فرصت زمانے نے
مرا ہر داغ دل یک تخم ہے سرو چراغان کا

کیا آئینہ خانہ کا وہ نقشہ تیرے جلوہ نے
کرے جو پرتو خورشید عالم شبنمستان کا

مری تعمیر مین مضمر ہے اک صورت خرابی کی
ہیولی برق خرمن کا ہے خون گرم دہقان کا

اوگا ہے گھر مین ہر سو سبزہ ویرانی تماشا کر
مدار اب کھودنے پر گھاس کے ہے میرے دربان کا

خموشی مین نہان خون گشتہ لاکھون آرزوئین ہین
چراغ مردہ ہون مین بے زبان گور غریبان کا

ہنوز اک پرتو نقش خیال یار باقی ہے
دل افسردہ گویا حجرہ ہے یوسف کے زندان کا

بغل مین غیر کی آج آپ سوتے ہین کہین ورنہ
سبب کیا خواب مین آکر تبسمہای پنہان کا

نہین معلوم کس کس کا لہو پانی ہوا ہوگا
قیامت ہے سرشک آلودہ ہونا تیری مژگان کا

۱۰
نظر مین ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزای پریشان کا

نہوگا یک بیابان ماندگی سے ذوق کم میرا
حباب موجۂ رفتار ہے نقش قدم میرا

۱۱
محبت تھی چمن سے لیکن اب یہ بیدماغی ہے
کہ موج بوے گل سے ناک مین آتا ہے دم میرا

سراپا رہن عشق و ناگزیر الفت ہستی
عبادت برق کی کرتا ہون اور افسوس حاصل کا

۱۲
بقدر ظرف ہے ساقی خمار تشنہ کامی بھی
جو تو دریاے مے ہے تو مین خمیازہ ہون ساحل کا

محرم نہین ہے تو ہی نواہاے راز کا
یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

رنگ شکستہ صبح بہار نظارہ ہے
یہ وقت ہے شگفتن گلہاے ناز کا

تو اور سوے غیر نظرہاے تیز تیز
مین اور دکھ تری مژہ ہاے دراز کا

صرفہ ہے ضبط آہ مین میرا وگرنہ مین
طعمہ ہون ایک ہی نفس جانگداز کا

ہین بسکہ جوش بادہ سے شیشے اچھل رہے
ہر گوشۂ بساط ہے سر شیشہ باز کا

کاوش کا دل کرے ہے تقاضا کہ ہے ہنوز
ناخن پہ قرض اس گرہ نیمباز کا

تاراج کاوش غم ہجران ہوا اسد
سینہ کہ تھا دفینہ گہرہای راز کا

۱۳

بزم شاہنشاہ مین اشعار کا دفتر کھلا
رکھیو یا رب یہ در گنجینۂ گوہر کھلا

شب ہوئی پھر انجم رخشندہ کا منظر کھلا
اس تکلف سے کہ گویا بتکدہ کا در کھلا

گرچہ ہون دیوانہ پر کیون دوست کا کھاؤن فریب
آستین مین دشنہ پنہان ہاتھ مین نشتر کھلا

گو نہ سمجھون اوسکی باتین گو نپاؤن اوسکا بھید
پر یہ کیا کم ہے کہ مجھسے وہ پری پیکر کھلا

ہے خیال حسن مین حسن عمل کا سا خیال
خلد کا اک در ہے میری گور کے اندر کھلا

منھہ نہ کھلنے پر ہے وہ عالم کہ دیکھا ہی نہین
زلف سے بڑھکر نقاب اوس شوخ کے منھہ پر کھلا

در پہ رہنے کو کہا اور کہہ کے کیسا پھر گیا
جتنے عرصے مین مرا لپٹا ہوا بستر کھلا

کیون اندھیری ہے شب غم ہے بلاؤن کا نزول
آج اودھر ہی کو رہیگا دیدۂ اختر کھلا

کیا رہون غربت مین خوش جب ہو حوادث کا یہ حال
نامہ لاتا ہے وطن سے نامہ بر اکثر کھلا

اوسکی امت مین ہون مین میرے رہین کیون کام بند
واسطے جس شہ کے غالب گنبد بے در کھلا

۱۴

شب کہ برق سوز دل سے زہرۂ ابر آب تھا
شعلۂ جوالہ ہر اک حلقۂ گرداب تھا

وان کرم کو عذر بارش تھا عنان گیر خرام
گریہ سے یان پنبۂ بالش کف سیلاب تھا

وان خود آرائی کو تھا موتی پرونے کا خیال
یان ہجوم اشک مین تار نگہ نایاب تھا

جلوۂ گل نے کیا تھا وان چراغان آبجو
یان روان مژگان چشم تر سے خون ناب تھا

یان سر پرشور بیخوابی سے تھا دیوار جو
وان وہ فرق ناز محو بالش کمخواب تھا

یان نفس کرتا تھا روشن شمع بزم بیخودی
جلوۂ گل وان بساط صحبت احباب تھا

فرش سے تا عرش وان طوفان تھا موج رنگ کا
یان زمین سے آسمان تک سوختن کا باب تھا

ناگہان اس رنگ سے خونابہ ٹپکانے لگا

۱۵ دل کو ذوق کاوش ناخن سے لذت یاب تھا

نالہ دل مین شب انداز اثر نایاب تھا
تھا سپند بزم وصل غیر گو بیتاب تھا

مقدم سیلاب سے دل کیا نشاط آہنگ ہے
خانہ عاشق مگر ساز صدای آب تھا

نازش ایام خاکستر نشینی کیا کہون +
پہلو اندیشہ وقف بستر سنجاب تھا

کچھ نکی اپنی جنون نارسانے ورنہ یان
ذرہ ذرہ روکش خورشید عالمتاب تھا

آج کیون پروا نہین اپنی اسیرون کی تجھے
کل تلک تیرا بھی دل مہر و وفا کا باب تھا

یادکر وہ دن کہ ہر ایک حلقہ تیرے دام کا
انتظار صید مین اک دیدہ بیخواب تھا

۱۶ مین نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اوسکی سیل گریہ مین گردون کف سیلاب تھا

ایک ایک قطرہ کا مجھے دینا پڑا حساب
خون جگر ودیعت مژگان یار تھا

اب مین ہون اور ماتم یک شہر آرزو
توڑا جو تونے آئینہ تمثال دار تھا

گلیون مین میری نعش کو کھینچے پھرو کہ مین
جان دادہ ہوای سر رہگذار تھا

موج سراب دشت وفا کا نہ پوچھ حال
ہر ذرہ مثل جوہر تیغ آبدار تھا

۱۷ کم جانتے تھے ہم بھی غم عشق کو پر اب
دیکھا تو کم ہوے پہ غم روزگار تھا

بسکہ دشوار ہے ہر کام کا آسان ہونا
آدمی کو بھی میسر نہین انسان ہونا

گریہ چاہے ہے خرابی مرے کاشانیکی
در و دیوار سے ٹپکے ہے بیابان ہونا

وای دیوانگی شوق کہ ہر دم مجھکو +
آپ جانا اودھر اور آپ ہی حیران ہونا

جلوہ ازبسکہ تقاضای نگہ کرتا ہے
جوہر آئینہ بھی چاہے ہے مژگان ہونا

عشرت قتل گہ اہل تمنا مت پوچھ
عید نظارہ ہے شمشیر کا عریان ہونا

لیگئے خاک مین ہم داغ تمنای نشاط +
تو ہو اور آپ بصد رنگ گلستان ہونا

عشرتِ پارۂ دل زخمِ تمنا کھانا
لذتِ ریشِ جگر غرقِ نمکداں ہونا

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

حیف اس چار گرہ کپڑے کی قسمت غالب
جسکی قسمت مین ہو عاشق کا گریبان ہونا

۱۸

شب خمارِ شوقِ ساقی رستخیز اندازہ تھا
تا محیطِ بادہ صورت خانۂ خمیازہ تھا

یک قدم وحشت سے درسِ دفترِ امکان کھلا
جادہ اجزائے دو عالم دشت کا شیرازہ تھا

مانعِ وحشت خرامی ہاے لیلی کون ہے
خانۂ مجنونِ صحرا گرد بے دروازہ تھا

پوچھ مت رسوائی اندازِ استغنائے حسن
دست مرہونِ حنا رخسار رہنِ غازہ تھا

نالۂ دل نے دیئے اوراقِ لختِ دل بباد
یادگارِ نالہ اک دیوانِ بے شیرازہ تھا

۱۹

دوست غمخواری مین میری سعی فرماوینگے کیا
زخم کے بھرنے تلک ناخن نہ بڑھ جاوینگے کیا

بے نیازی حد سے گزری بندہ پرور کب تلک
ہم کہینگے حالِ دل اور آپ فرماوینگے کیا

حضرتِ ناصح گر آوین دیدہ و دل فرشِ راہ
کوئی مجھکو یہ تو سمجھا دو کہ سمجھاوینگے کیا

آج وان تیغ و کفن باندھے ہوے جاتا ہون مین
عذر میرے قتل کرنے مین وہ اب لاوینگے کیا

گر کیا ناصح نے ہمکو قید اچھا یون سہی
یہ جنونِ عشق کے انداز چھٹ جاوینگے کیا

خانہ زادِ زلف ہین زنجیر سے بھاگینگے کیون
ہین گرفتارِ وفا زندان سے گھبراوینگے کیا

ہے اب اس معمورہ مین قحطِ غمِ الفت اسد
ہمنے یہ مانا کہ دلی مین رہین کھاوینگے کیا

۲۰

یہ نہ تھی ہماری قسمت کہ وصالِ یار ہوتا
اگر اور جیتے رہتے یہی انتظار ہوتا

ترے وعدہ پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

تری نازکی سے جانا کہ بندھا تھا عہد بودا
کبھی تو نہ توڑ سکتا اگر استوار ہوتا

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی چارہ ساز ہوتا کوئی غمگسار ہوتا

رگ سنگ سے ٹپکتا وہ لہو کہ پھر نہ تھمتا
جسے غم سمجھ رہے ہو یہ اگر شرار ہوتا

غم اگرچہ جاں گسل ہے پہ کہاں بچیں کہ دل ہے
غم عشق گر نہ ہوتا غم روزگار ہوتا

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے شب غم بری بلا ہے
مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

ہوئے مر کے ہم جو رسوا ہوئے کیوں نہ غرق دریا
نہ کبھی جنازہ اٹھتا نہ کہیں مزار ہوتا

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا
جو دوئی کی بو بھی ہوتی تو کہیں دوچار ہوتا

یہ مسائل تصوف یہ ترا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

۲۱

ہوس کو ہے نشاط کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزا کیا

تجاہل پیشگی سے مدعا کیا
کہاں تک اے سراپا ناز کیا کیا

نوازشہائے بیجا دیکھتا ہوں
شکایتہائے رنگیں کا گلا کیا

نگاہ بے محابا چاہتا ہوں
تغافلہائے تمکیں آزما کیا

فروغ شعلۂ خس یک نفس ہے
ہوس کو پاس ناموس وفا کیا

نفس موج محیط بیخودی ہے
تغافلہائے ساقی کا گلا کیا

دماغ عطر پیراہن نہیں ہے
غم آوارگیہائے صبا کیا

دل ہر قطرہ ہے ساز انا البحر
ہم اسکے ہیں ہمارا پوچھنا کیا

محابا کیا ہے میں ضامن ادھر دیکھ
شہیدان نگہ کا خونبہا کیا

سن اے غارتگر جنس وفا سن
شکست قیمت دل کی صدا کیا

کیا کس نے جگرداری کا دعوی
شکیب خاطر عاشق بھلا کیا

یہ قاتل وعدۂ صبر آزما کیوں
یہ کافر فتنۂ طاقت ربا کیا

۲۲ بلا سے جان ہے غالب اوس کی ہر بات
عبارت کیا اشارت کیا ادا کیا

درخور قہر و غضب جب کوئی ہم سا نہ ہوا
پھر غلط کیا ہے کہ ہم سا کوئی پیدا نہ ہوا

بندگی میں بھی وہ آزادہ و خودبیں ہیں کہ ہم
الٹے پھر آئے در کعبہ اگر وا نہ ہوا

سب کو مقبول ہے دعوے تری یکتائی کا
روبرو کوئی بت آئینہ سیما نہ ہوا

کم نہیں نازش ہمنامی چشم خوباں
تیرا بیمار برا کیا ہے گر اچھا نہ ہوا

سینہ کا داغ ہے وہ نالہ کہ لب تک نہ گیا
خاک کا رزق ہے وہ قطرہ کہ دریا نہ ہوا

نام کا میرے ہے جو دکھ کہ کسیکو نہ ملا
کام میں میرے ہے جو فتنہ کہ برپا نہ ہوا

ہر بن مو سے دم ذکر نہ ٹپکے خون ناب
حمزہ کا قصہ ہوا عشق کا چرچا نہ ہوا

قطرہ میں دجلہ دکھائی نہ دے اور جزو میں کل
کھیل لڑکوں کا ہوا دیدۂ بینا نہ ہوا

تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑینگے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے پہ تماشا نہ ہوا

۲۴ اسد ہم وہ جنون جولان گدای بیسر و پا ہیں
کہ ہے سر پنجۂ مژگان آہو پشت خار اپنا

پئے نذر کرم تحفہ ہے شرم نارسائی کا
بخون غلطیدۂ صد رنگ دعوی پارسائی کا

نہ ہو حسن تماشا دوست رسوا بیوفائی کا
بمہر صد نظر ثابت ہے دعوی پارسائی کا

زکات حسن دے اے جلوۂ بینش کہ مہر آسا
چراغ خانۂ درویش ہو کاسہ گدائی کا

نہ مارا جانکر بیجرم غافل تیری گردن پر
رہا مانند خون بیگنہ حق آشنائی کا

تمنائے زبان محو سپاس بیزبانی ہے
مٹا جس سے تقاضا شکوۂ بیدست و پائی کا

وہی ایک بات ہے جو یان نفس وان نکہت گل ہے
چمن کا جلوہ باعث ہے مری رنگین نوائی کا

دہان ہر بت پیغارہ جو زنجیر رسوائی
عدم تک بیوفا چرچا ہے تیری بیوفائی کا

مقطع

ندے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھدے
کہ حسرت سنج ہون عرض ستمہاے جدائی کا

گر نہ اندوہ شب فرقت بیان ہو جائیگا
بے تکلف داغ مہ مہر دہان ہو جائیگا

زہرہ گر ایسا ہی شام ہجر مین ہوتا ہے آب
پرتو مہتاب سیل خانمان ہو جائیگا

لے تو لون سوتے مین اوسکی پانون کا بوسہ مگر
ایسی باتون سے وہ کافر بدگمان ہو جائیگا

دل کو ہم صرف وفا سمجھے تھے کیا معلوم تھا
یعنی یہ پہلے ہی نذر امتحان ہو جائیگا

سب کے دل مین ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھپہ گویا اک زمانہ مہربان ہو جائیگا

گر نگاہ گرم فرماتی رہی تعلیم ضبط
شعلہ خس مین جیسے خون رگ مین نہان ہو جائیگا

باغ مین مجھکو نہ لیجا ورنہ میرے حال پر
ہر گل تر ایک چشم خونفشان ہو جائیگا

وائے گر میرا ترا انصاف محشر مین نہ ہو
اب تلک تو یہ توقع ہے کہ وان ہو جائیگا

مقطع

فائدہ کیا سوچ آخر تو بھی دانا ہے اسد
دوستی نادان کی ہے جی کا زیان ہو جائیگا

درد منت کش دوا نہ ہوا
مین نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

جمع کرتے ہو کیون رقیبون کو
اک تماشا ہوا گلا نہ ہوا

ہم کہان قسمت آزمانے جائین
تو ہی جب خنجر آزما نہ ہوا

کتنے شیرین ہین تیرے لب کہ رقیب
گالیان کھا کے بے مزا نہ ہوا

ہے خبر گرم اونکے آنے کی
آج ہی گھر مین بوریا نہ ہوا

کیا وہ نمرود کی خدائی تھی
بندگی مین مرا بھلا نہ ہوا

جان دی دی ہوئی اوسیکی تھی
حق تو یون ہے کہ حق ادا نہ ہوا

زخم گر دب گیا لہو نہ تھما
کام گر رک گیا روا نہ ہوا

رہزنی ہے کہ دلستانی ہے
لیکے دل دلستان روانہ ہوا

کچھ تو پڑھیے کہ لوگ کہتے ہین
آج غالب غزل سرا نہوا
غ ۲۶

گلا ہے شوق کو دلمین بھی تنگی جا کا
گہر مین محو ہوا اضطراب دریا کا

یہ جانتا ہون کہ تو اور پاسخ مکتوب
مگر ستمزدہ ہون ذوق خامہ فرسا کا

حنای پای خزان ہے بہار اگر ہے یہی
دوام کلفت خاطر ہے عیش دنیا کا

غم فراق مین تکلیف سیر باغ نہ دو
مجھے دماغ نہین خندہ ہای بیجا کا

ہنوز محرمی حسن کو ترستا ہون
کرے ہے ہر بن مو کام چشم بینا کا

دل اوسکو پہلے ہی ناز و ادا سے دے بیٹھے
ہمین دماغ کہان حسن کی تقاضا کا

نہ کہہ کہ گریہ بمقدار حسرت دل ہے
مری نگاہ مین ہے جمع و خرچ دریا کا

فلک کو دیکھ کے کرتا ہون اوسکو یاد اسد
جفا مین اوسکی ہے انداز کارفرما کا
غ ۲۷

قطرۂ مے بسکہ حیرت سے نفس پرور ہوا
خط جام مے سراسر رشتۂ گوہر ہوا

اعتبار عشق کی خانہ خرابی دیکھنا
غیر نے کی آہ لیکن وہ خفا مجھ پر ہوا
غ ۲۸

مطلع

جب بتقریب سفر یار نے محمل باندھا
تپش شوق نے ہر ذرہ پہ اک دل باندھا

اہل بینش نے بحیرتکدۂ شوخی ناز
جوہر آئینہ کو طوطی بسمل باندھا

یاس و امید نے یک عربدہ میدان مانگا
عجز ہمت نے طلسم دل سائل باندھا

نہ بندھے تشنگی ذوق کے مضمون غالب
گرچہ دل کھول کر دریا کو بھی ساحل باندھا
غ ۲۹

مین اور بزم مے سے یون تشنہ کام آؤن
گر مین نے کی تھی توبہ ساقی کو کیا ہوا تھا

ہے اک تیر جسمین دونون چھدے پڑے ہین
وہ دن گئے کہ اپنا دل سے جگر جدا تھا

۳۰
درماندگی مین غالب کچھ بن پڑے تو جانون
جب رشتہ بے گرہ تھا ناخن گرہ کشا تھا

گھر ہمارا جو نہ روتے بھی تو ویران ہوتا
بحر گر بحر نہ ہوتا تو بیابان ہوتا
تنگیِ دل کا گلا کیا یہ وہ کافر دل ہے
کہ اگر تنگ نہ ہوتا تو پریشان ہوتا

۳۱
بعد یک عمر ورع بار تو دیتا باری +
کاش رضوان ہی در یار کا دربان ہوتا

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھکو ہونے نے نہ ہوتا مین تو کیا ہوتا
ہوا جب غم سے یون بےحس تو غم کیا سر کے کٹنے کا
نہ ہوتا گر جدا تن سے تو زانو پر دھرا ہوتا

۳۲
ہوئی مدت کہ غالب مرگیا پر یاد آتا ہے
وہ ہر اک بات پر کہنا کہ یون ہوتا تو کیا ہوتا

یک ذرۂ زمین نہین بیکار باغ کا
یان جادہ بھی فتیلہ ہے لالہ کے داغ کا
بے مے کسے ہے طاقت آشوب آگہی
کھینچا ہے عجز حوصلہ نے خط ایاغ کا
بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہ ہای گل
کہتے ہین جسکو عشق خلل ہے دماغ کا
تازہ نہین ہے نشۂ فکر سخن مجھے
تریاکیِ قدیم ہون دود چراغ کا
سو بار بند عشق سے آزاد ہم ہوے
پر کیا کرین کہ دل ہی عدو ہے فراغ کا
بےخون دل ہے چشم مین موج نگہ غبار
یہ میکدہ خراب ہے مے کے سراغ کا

۳۳
باغ شگفتہ تیرا بساط نشاط دل
ابر بہار خمکدہ کس کے دماغ کا

وہ میری چین جبین سے غم پنہان سمجھا
راز مکتوب بہ بے ربطی عنوان سمجھا
یک الف بیش نہین صیقل آئینہ ہنوز
چاک کرتا ہون مین جبسے کہ گریبان سمجھا
شرح اسباب گرفتاری خاطر مت پوچھ
اسقدر تنگ ہوا دل کہ مین زندان سمجھا

بدگمانی نے نہ چاہا اوسے سرگرم خرام | رخ پہ ہر قطرہ عرق دیدہ حیران سمجھا
عجز سے اپنے یہ جانا کہ وہ بدخو ہوگا + | نبض خس سے تپش شعلہ سوزان سمجھا
سفر عشق مین کی ضعف نے راحت طلبی | ہر قدم سایہ کو مین اپنے شبستان سمجھا
تھا گریزان مژہ یار سے دل تا دم مرگ | دفع پیکان قضا اس قدر آسان سمجھا

دل دیا جان کے کیون اوسکو وفادار اسد
غلطی کی کہ جو کافر کو مسلمان سمجھا

۳۴

پھر مجھے دیدہ تر یاد آیا + | دل جگر تشنہ فریاد آیا
دم لیا تھا نہ قیامت نے ہنوز | پھر ترا وقت سفر یاد آیا
سادگیہای تمنا یعنے | پھر وہ نیرنگ نظر یاد آیا
عذر واماندگی اے حسرت دل | نالہ کرتا تھا جگر یاد آیا
زندگی یون بھی گذر ہی جاتی | کیون ترا راہگذر یاد آیا
کیا ہے رضوان سے لڑائی ہوگی | گھر ترا خلد مین گر یاد آیا
آہ وہ جرأت فریاد کہان | دل سے تنگ آکے جگر یاد آیا
پھر ترے کوچہ کو جاتا ہے خیال | دل گم گشتہ مگر یاد آیا +
کوئی ویرانی سی ویرانی ہے | دشت کو دیکھ کے گھر یاد آیا

مین نے مجنون پہ لڑکپن مین اسد
سنگ اوٹھایا تھا کہ سر یاد آیا

۳۵

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا | آپ آتے تھے مگر کوئی عنان گیر بھی تھا
تم سے بیجا ہے مجھے اپنی تباہی کا گلا + | اوس مین کچھ شائبہ خوبی تقدیر بھی تھا
تو مجھے بھول گیا ہو تو پتا بتلا دون | کبھی فتراک مین تیرے کوئی نخچیر بھی تھا
قید مین ہے ترے وحشی کو وہی زلف کی یاد | ہان کچھ اک رنج گرانباری زنجیر بھی تھا

بجلی اک کوند گئی آنکھون کے آگے تو کیا — بات کرتے کہ مین لب تشنۂ تقریر بھی تھا
یوسف اسکو کہون اور کچھ نہ کہی خیر ہوئی — گر بگڑ بیٹھے تو مین لائق تعذیر بھی تھا
دیکھکر غیر کو ہو کیون نہ کلیجا ٹھنڈا — نالہ کرتا تھا ولی طالب تاثیر بھی تھا
پیشہ مین عیب نہین رکھیے نہ فرہاد کو نام — ہم ہی آشفتہ سرون مین وہ جوانمیر بھی تھا
ہم تھے مرنے کو کھڑے پاس نہ آیا نہ سہی — آخر اس شوخ کی ترکش مین کوئی تیر بھی تھا
پکڑے جاتے ہین فرشتون کی لکھے پر ناحق — آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

٣٦
ریختی کے تمہین استاد نہین ہو غالب
کہتے ہین اگلے زمانے مین کوئی میر بھی تھا

لب خشک در تشنگی مردگان کا — زیارت کدہ ہون دل آزردگان کا

٣٧
ہمہ ناامیدی ہمہ بدگمانی
مین دل ہون فریب وفا خوردگان کا

تو دوست کسی کا بھی ستمگر نہوا تھا — اورون پہ ہے وہ ظلم کہ مجھ پر نہوا تھا
چھوڑا مہ نخشب کی طرح دست قضا نی — خورشید ہنوز اوسکے برابر نہوا تھا
توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے — آنکھون مین ہے وہ قطرہ کہ گوہر نہوا تھا
جب تک کہ نہ دیکھا تھا قد یار کا عالم — مین معتقد فتنۂ محشر نہوا تھا
مین سادہ دل آزردگی یار سے خوش ہون — یعنی سبق شوق مکرر نہوا تھا
دریاے معاصی تنک آبی سے ہوا خشک — میرا سر دامن بھی ابھی تر نہوا تھا

٣٨
جاری تھی اسد داغ جگر سے مری تحصیل
آتشکدہ جاگیر سمندر نہوا تھا

شب کہ وہ مجلس فروز خلوت ناموس تھا — رشتۂ ہر شمع خار کسوت فانوس تھا
مشہد عاشق سے کوسون تک جو اگتی ہے حنا — کسقدر یارب ہلاک حسرت پابوس تھا

حاصل الفت نہ دیکھا جز شکست آرزو
دل بدل پیوستہ گویا یک لب افسوس تھا

کیا کہون بیماری غم کی فراغت کا بیان
جو کہ کھایا خون دل بے منت کیموس تھا
۳۹

آئینہ دیکھ اپنا سا منہ لیکے رہ گئے
صاحب کو دل نہ دینے پہ کتنا غرور تھا

قاصد کو اپنے ہاتھ سے گردن نہ ماریے
اوسکی خطا نہین ہے یہ میرا قصور تھا
۴۰

عرض نیاز عشق کے قابل نہین رہا
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا

جاتا ہون داغ حسرت ہستی لیے ہوئے
ہون شمع کشتہ درخور محفل نہین رہا

مرنیکی اے دل اور ہی تدبیر کر کہ مین
شایان دست و بازوے قاتل نہین رہا

بر روے شش جہت در آئینہ باز ہے
یان امتیاز ناقص و کامل نہین رہا

وا کر دیے ہین شوق نے بند نقاب حسن
غیر از نگاہ اب کوئی حائل نہین رہا

گو مین رہا رہین ستمہاے روزگار
لیکن ترے خیال سے غافل نہین رہا

دل سے ہوا ے کشت وفا مٹ گئی کہ وان
حاصل سواے حسرت حاصل نہین رہا

بیداد عشق سے نہین ڈرتا مگر اسد
جس دل پہ ناز تھا مجھے وہ دل نہین رہا
۴۱

رشک کہتا ہے کہ اوسکا غیر سے اخلاص حیف
عقل کہتی ہے کہ وہ بے مہر کس کا آشنا

ذرہ ذرہ ساغر میخانۂ نیرنگ ہے
گردش مجنون بچشمکہاے لیلا آشنا

شوق ہے ساماں طراز نازش ارباب عجز
ذرہ صحرا دستگاہ و قطرہ دریا آشنا

شکوہ سنج رشک ہمدیگر نہ رہنا چاہیے
میرا زانو مونس اور آئینہ تیرا آشنا

مین اور اک آفت کا ٹکڑا وہ دل وحشی کہ ہے
عافیت کا دشمن اور آوارگی کا آشنا

کوہکن نقاش یک تمثال شیرین تھا اسد
سنگ سے سر مار کر ہووے نہ پیدا آشنا

ذکر اوس پری وش کا اور پھر بیان اپنا
بن گیا رقیب آخر تھا جو رازدان اپنا

مے وہ کیون بہت پیتے بزم غیر مین یارب
آج ہی ہوا منظور اونکو امتحان اپنا

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے
عرش سے ادھر ہوتا کاشکے مکان اپنا

دے وہ جسقدر ذلت ہم ہنسی مین ٹالینگے
بارے آشنا نکلا اونکا پاسبان اپنا

درد دل لکھون کب تک جاؤن اونکو دکھلاؤن
اونگلیان فگار اپنی خامہ خونچکان اپنا

گھستے گھستے مٹ جاتا آپنے عبث بدلا
ننگ سجدہ سے میرے سنگ آستان اپنا

تا کرے نہ غمازی کر لیا ہے دشمن کو
دوست کی شکایت مین ہمنے ہمزبان اپنا

۴۳
ہم کہان کے دانا تھے کس ہنر مین یکتا تھے
بے سبب ہوا غالب دشمن آسمان اپنا

سرمۂ مفت نظر ہون مری قیمت یہ ہے
کہ رہے چشم خریدار پہ احسان میرا

۴۴
رخصت نالہ مجھے دے کہ مبادا ظالم
تیرے چہرے سے ہو ظاہر غم پنہان میرا

غافل بوہم ناز خود آرا ہے ورنہ یان
بے شانۂ صبا نہین طرہ گیاہ کا

بزم قدح سے عیش تمنا نہ رکھ کہ رنگ
صید ز دام جستہ ہے اس دامگاہ کا

رحمت اگر قبول کرے کیا بعید ہے
شرمندگی سے عذر نکرنا گناہ کا

مقتل کو کس نشاط سے جاتا ہون مین کہ ہے
پر گل خیال زخم سے دامن نگاہ کا

۴۵
جان در ہوائے یک نگہ گرم ہے اسد
پروانہ ہے وکیل ترے دادخواہ کا

جور سے باز آئے پر باز آئین کیا
کہتے ہین ہم تجھکو منہ دکھلائین کیا

رات دن گردش مین ہین سات آسمان
ہو رہیگا کچھ نہ کچھ گھبرائین کیا

لاگ ہو تو اوسکو ہم سمجھین لگاؤ
جب نہو کچھ بھی تو دھوکا کھائین کیا

ہو لیے کیون نامہ بر کے ساتھ ساتھ
یارب اپنے خط کو ہم پہنچائین کیا

موج خون سر سے گذر ہی کیون نجائے
آستان یار سے اوٹھ جائین کیا

عمر بھر دیکھا کیے مرنے کی راہ
مر گئے پر دیکھیے دکھلائین کیا

مقطع
پوچھتے ہین وہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلاؤ کہ ہم بتلائین کیا

لطافت بے کثافت جلوہ پیدا کر نہین سکتی
چمن زنگار ہے آئینۂ باد بہاری کا

مقطع
حریف جوشش دریا نہین خودداری ساحل
جہان ساقی ہو تو باطل ہے دعوی ہوشیاری کا

عشرت قطرہ ہے دریا مین فنا ہو جانا
درد کا حد سے گذرنا ہے دوا ہو جانا

تجھ سے قسمت مین مری صورت قفل ابجد
تھا لکھا بات کے بنتے ہی جدا ہو جانا

دل ہوا کشمکش چارۂ زحمت مین تمام
مٹ گیا گھسنے مین اس عقدے کا وا ہو جانا

اب جفا سے بھی ہین محروم ہم اللہ اللہ
اسقدر دشمن ارباب وفا ہو جانا

ضعف سے گریہ مبدل بدم سرد ہوا
باور آیا ہمین پانی کا ہوا ہو جانا +

دل سے مٹنا تری انگشت حنائی کا خیال
ہو گیا گوشت سے ناخن کا جدا ہو جانا

ہے مجھے ابر بہاری کا برس کر کھلنا
روتے روتے غم فرقت مین فنا ہو جانا

گر نہین نکہت گل کو ترے کوچے کی ہوس
کیون ہے گرد رہ جولان صبا ہو جانا

تا کہ تجھ پر کھلے اعجاز ہوائے صیقل
دیکھ برسات مین سبز آئینے کا ہو جانا

بخشے ہے جلوۂ گل ذوق تماشا غالب
چشم کو چاہیے ہر رنگ مین وا ہو جانا

مقطع

باب الباء

پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب
دے بط مے کو دل و دست شنا موج شراب

پوچھ مت وجہ سیہ مستی ارباب چمن
سایہ تاک مین ہوتی ہے ہوا موج شراب

جو ہوا غرقہ مے بخت رسا رکھتا ہے
سر سے گذرے پہ بھی ہے بال ہما موج شراب

ہے یہ برسات وہ موسم کہ عجب کیا ہے اگر
موج ہستی کو کرے فیض ہوا موج شراب

چار موج اٹھتی ہے طوفان طرب سے ہر سو
موج گل موج شفق موج صبا موج شراب

جسقدر روح نباتی ہے جگر تشنہ ناز
دے ہے تسکین بدم آب بقا موج شراب

بسکہ دوڑے ہے رگ تاک مین خون ہو ہو کر
شہپر رنگ سے ہے بال کشا موج شراب

موجہ گل سے چراغان ہے گذرگاہ خیال
ہے تصور مین زبس جلوہ نما موج شراب

نشہ کے پردے مین ہے محو تماشاے دماغ
بسکہ رکھتی ہے سر نشو و نما موج شراب

ایک عالم پہ ہین طوفانی کیفیت فصل
موجہ سبزہ نوخیز سے تا موج شراب

شرح ہنگامہ مستی ہے زہے موسم گل
رہبر قطرہ بدریا ہے خوشا موج شراب

ہوش اڑتے ہین مرے جلوہ گل دیکھ اسد
پھر ہوا وقت کہ ہو بال کشا موج شراب

باب التاء

افسوس کہ دندان کا کیا رزق فلک نے
جن لوگون کی تھی درخور عقد گہر انگشت

کافی ہے نشانی تری چھلے کا نہ دینا
خالی مجھے دکھلا کے بوقت سفر انگشت

لکھتا ہون اسد سوزش دل سے سخن گرم
تا رکھ نہ سکے کوئی مرے حرف پر انگشت

رہا گر کوئی تا قیامت سلامت
پھر اک روز مرنا ہے حضرت سلامت

جگر کو مرے عشق خونناب مشرب
لکھے ہے خداوند نعمت سلامت

علی الرغم دشمن شہید وفا ہون — مبارک مبارک سلامت سلامت

نہین گر سر و برگ ادراک معنی
تماشائے نیرنگ صورت سلامت

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھیں غالب
یار لائے مری بالین پہ اسے پر کس وقت

۵۱

آمد خط سے ہوا ہے سرد جو بازار دوست — دود شمع کشتہ تھا شاید خط رخسار دوست
اے دل ناعاقبت اندیش ضبط شوق کر — کون لا سکتا ہے تاب جلوۂ دیدار دوست
خانہ ویران سازی حیرت تماشا کیجیے — صورت نقش قدم ہون رفتۂ رفتار دوست
عشق مین بیداد رشک غیر نے مارا مجھے — کشتۂ دشمن ہون آخر گرچہ تھا بیمار دوست
چشم ما روشن کہ اوس بیدرد کا دل شاد ہے — دیدۂ پر خون ہمارا ساغر سرشار دوست
غیر یون کرتا ہے میری پرسش اوسکے ہجر مین — بے تکلف دوست ہو جیسے کوئی غمخوار دوست
تاکہ مین جانون کہ ہے اسکی رسائی وان تلک — مجکو دیتا ہے پیام وعدۂ دیدار دوست
جبکہ مین کرتا ہون اپنا شکوۂ ضعف دماغ — سر کرے ہے وہ حدیث زلف عنبربار دوست
چپکے چپکے مجکو روتے دیکھ پاتا ہے اگر — ہنس کے کرتا ہے بیان شوخی گفتار دوست
مہربانیہائے دشمن کی شکایت کیجیے — یا بیان کیجیے سپاس لذت آزار دوست

یہ غزل اپنی مجھے جی سے پسند آتی ہے آپ
ہے ردیف شعر مین غالب ز بس تکرار دوست

باب الجیم

۵۲

گلشن مین بندوبست برنگ دگر ہے آج — قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہے آج
آتا ہے ایک پارۂ دل ہر فغان کے ساتھ — تار نفس کمند شکار اثر ہے آج

ای عافیت کنارہ کر ای انتظام چل
سیلاب گریہ در پے دیوار و در ہے آج

لو ہم مریض عشق کے بیمار دار ہیں + اچھا اگر نہو تو مسیحا کا کیا علاج

۵۳ باب جیم فارسی

نفس نہ انجمن آرزو سے باہر کھینچ — اگر شراب نہیں انتظار ساغر کھینچ
کمال گرمی سعی تلاش دید نہ پوچھ — برنگ خار مرے آئینہ سے جوہر کھینچ
تجھے بہانہ راحت ہے انتظار اے دل — کیا ہے کسنے اشارہ کہ ناز بستر کھینچ
تری طرف ہے بہ حسرت نظارۂ نرگس — بکوری دل و چشم رقیب ساغر کھینچ
بہ نیم غمزہ ادا کر حق ودیعت ناز — نیام پردۂ زخم جگر سے خنجر کھینچ

مرے قدح میں ہے صہبای آتش پنہاں
بروے سفرہ کباب دل سمندر کھینچ

۵۴ باب الدال

حسن غمزے کی کشاکش سے چھٹا میرے بعد — بارے آرام سے ہیں اہل جفا میرے بعد
منصب شیفتگی کے کوئی قابل نہ رہا — ہوئی معزولی انداز و ادا میرے بعد
شمع بجھتی ہے تو اوس میں سے دھواں اوٹھتا ہے — شعلۂ عشق سیہ پوش ہوا میرے بعد
خون ہے دل خاک میں احوال بتاں پر یعنی — انکے ناخن ہوے محتاج حنا میرے بعد
در خور عرض نہیں جوہر بیداد کو جا — نگہ ناز ہے سرمہ سے خفا میرے بعد
ہے جنون اہل جنون کے لئے آغوش وداع — چاک ہوتا ہے گریباں سے جدا میرے بعد
کون ہوتا ہے حریف مے مرد افگن عشق — ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد

غم سے مرتا ہون کہ اتنا نہین دنیا مین کوئی
کہ کرے تعزیت مہر و وفا میرے بعد

آئے ہے بیکسی عشق پہ رونا غالب
کس کے گھر جائے گا سیلاب بلا میرے بعد

باب الراء

۵۵

بلا سے ہین جو یہ پیش نظر در و دیوار
نگاہ شوق کو ہین بال و پر در و دیوار

وفور اشک نے کاشانہ کا کیا یہ رنگ
کہ ہو گئے مرے دیوار و در در و دیوار

نہین ہے سایہ کہ سنکر نوید مقدم یار
گئے ہین چند قدم پیشتر در و دیوار

ہوئی ہے کس قدر ارزانی مے جلوہ
کہ مست ہے ترے کوچہ مین ہر در و دیوار

جو ہے تجھے سر سودائے انتظار تو آ
کہ ہین دکان متاع نظر در و دیوار

ہجوم گریہ کا سامان کب کیا مین نے
کہ گر پڑے نہ مرے پانون پر در و دیوار

وہ آ رہا مرے ہمسایہ مین تو سایہ سے
ہوئے فدا در و دیوار پر در و دیوار

نظر مین کھٹکے ہے بن تیرے گھر کی آبادی
ہمیشہ روتے ہین ہم دیکھکر در و دیوار

نہ پوچھ بیخودی عیش مقدم سیلاب
کہ ناچتے ہین پڑے سر بسر در و دیوار

نہ کہ کسی سے کہ غالب نہین زمانہ مین
حریف راز محبت مگر در و دیوار

۵۶

گھر جب بنا لیا ترے در پر کہے بغیر
جانیگا اب بھی تو نہ مرا گھر کہے بغیر

کہتے ہین جب رہی نہ مجھے طاقت سخن
جانون کسی کے دل کی مین کیونکر کہے بغیر

کام اوس سے آ پڑا ہے کہ جسکا جہان مین
لیوے نہ کوئی نام ستمگر کہے بغیر

جی مین ہی کچھ نہین ہے ہمارے وگرنہ ہم
سر جائے یا رہے نہ رہین پر کہے بغیر

چھوڑونگا مین نہ اوس بت کافر کا پوجنا
چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

مقصد ہے ناز و غمزہ ولے گفتگو مین کام
چلتا نہین ہے دشنہ و خنجر کہے بغیر

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی گفتگو
بنتی نہین ہے بادہ و ساغر کہے بغیر

بہرا ہون مین تو چاہیے دونا ہو التفات
سنتا نہین ہون بات مکرر کہے بغیر

غالب نکر حضور مین تو بار بار عرض
ظاہر ہے تیرا حال سب اوپر کہے بغیر

۵۷

کیون جل گیا نہ تاب رخ یار دیکھکر
جلتا ہون اپنی طاقت دیدار دیکھکر

آتش پرست کہتے ہین اہل جہان مجھے
سرگرم نالہاے شرربار دیکھکر

کیا آبروے عشق جہان عام ہو جفا
رکتا ہون تمکو بے سبب آزار دیکھکر

آتا ہے میرے قتل کو پر جوش رشک سے
مرتا ہون اوسکے ہاتھ مین تلوار دیکھکر

ثابت ہوا ہے گردن مینا پہ خون خلق
لرزے ہے موج مے تری رفتار دیکھکر

وا حسرتا کہ یار نے کھینچا ستم سے ہاتھ
ہمکو حریص لذت آزار دیکھکر

بک جاتے ہین ہم آپ متاع سخن کے ساتھ
لیکن عیار طبع خریدار دیکھکر

زنار باندھ سبحۂ صد دانہ توڑ ڈال
رہرو چلے ہے راہ کو ہموار دیکھکر

ان آبلون سے پانون کے گھبرا گیا تھا مین
جی خوش ہوا ہے راہ کو پرخار دیکھکر

کیا بدگمان ہے مجھسے کہ آئینہ مین مرے
طوطی کا عکس سمجھے ہے زنگار دیکھکر

گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر
دیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر

سر پھوڑنا وہ غالب شوریدہ حال کا
یاد آگیا مجھے تری دیوار دیکھکر

۵۸

لرزتا ہے مرا دل زحمت مہر درخشان پر
مین ہون وہ قطرۂ شبنم کہ ہو خار بیابان پر

نہ چھوڑی حضرت یوسف نے یہان بھی خانہ آرائی
سفیدی دیدۂ یعقوب کی پھرتی ہے زندان پر

فنا تعلیم درس بیخودی ہون اوس زمانہ سے
کہ مجنون لام الف لکھتا تھا دیوار دبستان پر

فراغت کسقدر رہتی مجھے تشویش مرہم سے
بہم گر صلح کرتے پارہاے دل نمکدان پر

نہین اقلیم الفت مین کوئی طومار ناز ایسا ۔ کہ پشت چشم سے جس کے نہووے مہر عنوان پر

مجھے اب دیکھکر ابر شفق آلودہ یاد آیا ٭ ۔ کہ فرقت مین تری آتش برستی تھی گلستان پر

بجز پرواز شوق ناز کیا باقی رہا ہوگا ٭ ۔ قیامت اک ہواے تند ہے خاک شہیدان پر

۵۵
نہ لڑ ناصح سے غالب کیا ہوا گر اوسنے شدت کی
ہمارا بھی تو آخر زور چلتا ہے گریبان پر

ہے بسکہ ہر اک اونکے اشارے مین نشان اور ۔ کرتے ہین محبت تو گذرتا ہے گمان اور

یارب وہ نہ سمجھے ہین نہ سمجھین گے مری بات ۔ دے اور دل اونکو جو نہ دے مجھکو زبان اور

ابرو سے ہے کیا اوس نگہ ناز کو پیوند ٭ ۔ ہے تیر مقرر مگر اسکی ہے کمان اور

تم شہر مین ہو تو ہمین کیا غم جب اوٹھین گے ۔ لے آئین گے بازار سے جاکر دل و جان اور

ہرچند سبک دست ہوے بت شکنی مین ۔ ہم ہین تو ابھی راہ مین ہے سنگ گران اور

ہے خون جگر جوش مین دل کھول کے روتا ۔ ہوتے جو کئی دیدۂ خونابہ فشان اور

مرتا ہون اس آواز پہ ہرچند سر اوڑ جاے ۔ جلاد کو لیکن وہ کہے جاتین کہ ہان اور

لوگونکو ہے خورشید جہانتاب کا دھوکا ۔ ہر روز دکھاتا ہون مین اک داغ نہان اور

لیتا نہ اگر دل تمہین دیتا کوئی دم چین ۔ کرتا جو نہ مرتا کوئی دن آہ و فغان اور

پاتے نہین جب راہ تو چڑھ جاتے ہین نالے ۔ رکتی ہے مری طبع تو ہوتی ہے روان اور

۵۶
ہین اور بھی دنیا مین سخنور بہت اچھے
کہتے ہین کہ غالب کا ہے انداز بیان اور

صفائی حیرت آئینہ ہے سامان زنگ آخر ۔ تغیر آب برجا ماندہ کا پاتا ہے رنگ آخر

۵۷
نہ کی سامان عیش و جاہ نے تدبیر وحشت کی
ہوا جام زمرد بھی مجھے داغ پلنگ آخر

جنون کی دستگیری کس سے ہو گر ہو نہ عریانی ۔ گریبان چاک کا حق ہوگیا ہے میری گردن پر

برنگ کاغذ آتش زدہ نیرنگ بیتابی
ہزار آئینہ دل باندھے ہے بال یک تپیدن پر

فلک سے ہمکو عیش رفتہ کا کیا کیا تقاضا ہے
متاع بردہ کو سمجھے ہوے ہیں قرض رہزن پر

ہم اور وہ بے سبب رنج آشنا دشمن کہ رکھتا ہے
شعاع مہر سے تہمت نگہ کی چشم روزن پر

فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا
فروغ طالع خاشاک ہے موقوف گلخن پر

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
کہ مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

غ ۶۲

ستمکش مصلحت سے ہون کہ خوبان تجھپہ عاشق ہین
تکلف برطرف ملجاے گا تجھسا رقیب آخر

لازم تھا کہ دیکھو مرا رستا کوئی دن اور
تنہا گئے کیون اب رہو تنہا کوئی دن اور

مٹ جائیگا سر گر ترا پتھر نہ گھسے گا
ہون در پہ ترے ناصیہ فرسا کوئی دن اور

آئے ہو کل اور آج ہی کہتے ہو کہ جاؤن
مانا کہ ہمیشہ نہین اچھا کوئی دن اور

جاتے ہوے کہتے ہو قیامت کو ملینگے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

ہان اے فلک پیر جوان تھا ابھی عارف
کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور

تم ماہ شب چاردہم تھے مرے گھر کے
پھر کیون نہ رہا گھر کا وہ نقشہ کوئی دن اور

تم کون سے تھے ایسے کھرے داد و ستد کے
کرتا ملک الموت تقاضا کوئی دن اور

مجھسے تمھین نفرت سہی نیر سے لڑائی
بچون کا بھی دیکھا نہ تماشا کوئی دن اور

گذری نہ بہرحال یہ مدت خوش و ناخوش
کرنا تھا جوانمرگ گذارا کوئی دن اور

نادان ہو جو کہتے ہو کہ کیون جیتے ہین غالب
قسمت مین ہے مرنے کی تمنا کوئی دن اور

غ ۶۳

باب الزا

نواسنج مجھے حیران کہ مانند صبح و جوہر
ہے داغ عشق زینت جیب کفن ہنوز

ہے ناز مفلسان زر از دست رفتہ پر
ہون گلفروش شوخی داغ کہن ہنوز

میخانۂ جگر مین یہان خاک بھی نہین
خمیازہ کھینچے ہے بت بیداد فن ہنوز

۶۴

حریف مطلب مشکل نہین فسون نیاز
دعا قبول ہو یارب کہ عمر خضر دراز

نہو بہرزہ بیابان نورد وہم وجود
ہنوز تیرے تصور مین ہے نشیب و فراز

وصال جلوہ تماشا ہے پر دماغ کہان
کہ دیجے آئینہ انتظار کو پرواز

ہر ایک ذرہ عاشق ہے آفتاب پرست
گئی نہ خاک ہوے پر ہواے جلوہ ناز

نپوچھہ وسعت میخانہ جنون غالب
جہان یہ کاسہ گردون ہے ایک خاک انداز

۶۵

وسعت سعی کرم دیکھہ کہ سرتاسر خاک
گذرے ہے آبلہ پا ابر گہربار ہنوز

یکقلم کاغذ آتش زدہ ہے صفحہ دشت
نقش پا مین ہے تپ گرمی رفتار ہنوز

کیونکر اوس بت سے رکھون جان عزیز
کیا نہین ہے مجھے ایمان عزیز

دل سے نکلا نہ پہ نکلا دل سے
ہے ترے تیر کا پیکان عزیز

تاب لاتی ہی بنیگی غالب
واقعہ سخت ہے اور جان عزیز

۶۶

نہ گل نغمہ ہون نہ پردہ ساز
مین ہون اپنی شکست کی آواز

تو اور آرایش خم کاکل
مین اور اندیشہاے دور دراز

لاف تمکین فریب سادہ دلی
ہم ہین اور راز ہاے سینہ گداز

ہون گرفتار الفت صیاد
ورنہ باقی ہے طاقت پرواز

وہ بھی دن ہو کہ اوس ستمگر سے
ناز کھینچون بجاے حسرت ناز

نہین دلمین مرے وہ قطرہ خون
جس سے مژگان ہوئی نہو گلباز

اے ترا غمزہ یکقلم انگیز
اے ترا ظلم سربسر انداز

تو ہوا جلوہ گر مبارک ہو
ریزش سجدہ جبین نیاز

مجکو پوچھا تو کچھہ غضب نہوا
مین غریب اور تو غریب نواز

اسد اللہ خان تمام ہوا
اے دریغا وہ رند شاہد باز

۶۷ باب سین مہملہ

مژدۂ ذوق اسیری کہ نظر آتا ہے
دام خالی قفس مرغ گرفتار کے پاس

جگر تشنۂ آزار تسلی نہ ہوا
جوئے خون ہمنے بہائی بن ہر خار کے پاس

مند گئین کھولتے ہی کھولتے آنکھین ہے ہے
خوب وقت آئے تم اس عاشق بیمار کے پاس

مین بھی رک رک کے نہ مرتا جو زبان کے بدلے
دشنہ اک تیز سا ہوتا مرے غمخوار کے پاس

دہن شیرین مین جا بیٹھیے لیکن اے دل
نہ کھڑے ہو جیے خوبان دل آزار کے پاس

دیکھکر تجھکو چمن بسکہ نمو کرتا ہے
خود بخود پہونچے ہے گل گوشۂ دستار کے پاس

مر گیا پھوڑ کے سر غالب وحشی ہے ہے
بیٹھنا اوسکا وہ آکر تری دیوار کے پاس

۶۸ باب شین معجمہ

نہ لیوے گر خس جوہر طراوت سبزۂ خط سے
لگاوے خانۂ آئینہ مین روئے نگار آتش

فروغ حسن سے ہوتی ہے حل مشکل عاشق
نہ نکلے شمع کے پا سے نکالے گر نہ خار آتش

۶۹ باب عین مہملہ

جادۂ رہ خور کو وقت شام ہے تار شعاع
چرخ وا کرتا ہے ماہ نو سے آغوش وداع

۷۰

رخ نگار سے ہے سوز جاودانی شمع
ہوئی ہے آتش گل آب زندگانی شمع

زبان اہل زبان مین ہے مرگ خاموشی
یہ بات بزم مین روشن ہوئی زبانی شمع

کرے ہے صرف بایمائے شعلہ قصہ تمام
بطرز اہل فنا ہے فسانہ خوانی شمع

غم اسکو حسرت پروانہ کا ہے اے شعلہ
ترے لرزنے سے ظاہر ہے ناتوانی شمع

ترے خیال سے روح اہتزاز کرتی ہے
بہ جلوہ ریزی باد و بہ پرفشانی شمع

نشاط داغ غم عشق کی بہار نہ پوچھ
شگفتگی ہے شہید گل خزانی شمع

جلے ہے دیکھ کے بالین یار پر مجھکو
نہ کیون ہو دل پہ مرے داغ بدگمانی شمع

۱که

باب الفا

بیم رقیب سے نہین کرتے وداع ہوش
مجبور یان تلک ہوئے اے اختیار حیف

جلتا ہے دل کہ کیون نہ ہم اکبار جل گئے
اے ناتمامی نفس شعلہ بار حیف

۲که

باب کاف تازی

زخم پر چھڑکین کہان طفلان بے پروا نمک
کیا مزا ہوتا اگر پتھر مین بھی ہوتا نمک

گرد راہ یار ہے سامان ناز زخم دل
ورنہ ہوتا ہے جہان مین کس قدر پیدا نمک

مجھکو ارزانی رہے تجھکو مبارک ہوجیو
نالۂ بلبل کا درد اور خندۂ گل کا نمک

شور جولان تھا کنار بحر پر کسکا کہ آج
گرد ساحل ہے بہ زخم موجۂ دریا نمک

داد دیتا ہے مرے زخم جگر کی واہ واہ
یاد کرتا ہے مجھے دیکھے ہے وہ جس جا نمک

چھوڑ کر جانا تن مجروح عاشق حیف ہے
دل طلب کرتا ہے زخم اور مانگے ہین اعضا نمک

غیر کی منت نہ کھینچونگا پئے توفیر درد
زخم مثل خندۂ قاتل ہے سر تا پا نمک

۳که

یاد ہین غالب تجھے وہ دن کہ وجد ذوق مین
زخم سے گرتا تو مین پلکون سے چنتا تھا نمک

آہ کو چاہیے اک عمر اثر ہونے تک
کون جیتا ہے تری زلف کے سر ہونے تک

دام ہر موج مین ہے حلقۂ صد کام نہنگ
دیکھین کیا گذرے ہے قطرہ پہ گہر ہونے تک

عاشقی صبر طلب اور تمنا بیتاب
دل کا کیا رنگ کرون خون جگر ہونے تک

ہمنے مانا کہ تغافل نہ کروگے لیکن
خاک ہوجائینگے ہم تمکو خبر ہونے تک

پرتو خور سے ہے شبنم کو فنا کی تعلیم
مین بھی ہون ایک عنایت کی نظر ہونے تک

یک نظر بیش نہین فرصت ہستی غافل
گرمی بزم ہے ایک رقص شرر ہونے تک

غم ہستی کا اسد کس سے ہو جز مرگ علاج
شمع ہر رنگ مین جلتی ہے سحر ہونے تک

۵۴

باب کاف فارسی

گر تجھکو ہے یقین اجابت دعا نہ مانگ
یعنی بغیر یک دل بے مدعا نہ مانگ

آتا ہے داغ حسرت دل کا شمار یاد
مجھسے مرے گنہ کا حساب اے خدا نہ مانگ

۵۵

باب اللام

ہے کسقدر ہلاک فریب وفای گل
بلبل کے کاروبار پہ ہین خندہای گل

آزادی نسیم مبارک کہ ہر طرف
ٹوٹے پڑے ہین حلقۂ دام ہوای گل

جو تھا سو موج رنگ کے دھوکے مین مرگیا
اے وای نالۂ لب خونین نوای گل

خوشحال اوس حریف سیہ مست کا کہ جو
رکھتا ہو مثل سایۂ گل سر بپای گل

ایجاد کرتی ہے اوسے تیرے لیے بہار
میرا رقیب ہے نفس عطر سای گل

شرمندہ رکھتے ہین مجھے باد بہار سے
مینای بے شراب و دل بے ہوای گل

سطوت سے تیرے جلوۂ حسن غیور کی
خون ہے مری نگاہ مین رنگ ادای گل

تیرے ہی جلوے کا ہے یہ دھوکا کہ آج تک
بے اختیار دوڑے ہے گل در قفای گل

غالب مجھے ہے اوس سے ہم آغوشی آرزو
جسکا خیال ہے گل جیب قبای گل

۵۶

باب المیم

کم نہین ہوتا ہے آزادونکو بیش از یکنفس
برق سے کرتے ہین روشن شمع ماتم خانہ ہم

محفلین برہم کرے ہے گنجفہ باز خیال
ہین ورق گردانی نیرنگ یک بتخانہ ہم

باوجود یک جہان ہنگامہ پیدائی نہین
ہین چراغان شبستان دل پروانہ ہم

ضعف سے ہے نے قناعت سے یہ ترک جستجو
ہین وبال تکیہ گاہ ہمت مردانہ ہم +

دائم الحبس اس مین ہین لاکھون تمنائین اسد
جانتے ہین سینہ پرخون کو زندان خانہ ہم

نالہ حاصل دلبستگی فراہم کر
متاع خانہ زنجیر جز صدا معلوم

[illegible]

مجھکو دیار غیر مین مارا وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بیکسی کی شرم

وہ حلقہ ہاے زلف کمین مین ہین اے خدا
رکھ لیجو میرے دعوی وارستگی کی شرم

باب النون

[illegible]

ہون دام بخت خفتہ سے یک خواب خوش ولے
غالب یہ خوف ہے کہ کہان سے ادا کرون

[illegible]

وہ فراق اور وہ وصال کہان
وہ شب و روز و ماہ و سال کہان

فرصت کاروبار شوق کسے
ذوق نظارۂ جمال کہان

دل تو دل وہ دماغ بھی نہ رہا
شور سوداے خط و خال کہان

تھی وہ ایک شخص کے تصور سے
اب وہ رعنائی خیال کہان

ایسا آسان نہین لہو رونا
دل مین طاقت جگر مین حال کہان

ہمسے چھوٹا قمار خانۂ عشق +
وان جو جاوین گرہ مین مال کہان

فکر دنیا مین سر کھپاتا ہون
مین کہان اور یہ وبال کہان

مقطع

مضمحل ہو گئے قویٰ غالب
وہ عناصر مین اعتدال کہان

کی وفا ہم سے تو غیر اسکو جفا کہتے ہین — ہوتی آئی ہے کہ اچھون کو برا کہتے ہین

آج ہم اپنی پریشانیِ خاطر ان سے — کہنے جاتے تو ہین پر دیکھیے کیا کہتے ہین

اگلے وقتون کے ہین یہ لوگ انھین کچھ نہ کہو — جو مے و نغمہ کو اندوہ ربا کہتے ہین

دل مین آجاے ہے ہوتی ہے جو فرصت غش سے — اور پھر کون سے نالہ کو رسا کہتے ہین

ہے پرے سرحدِ ادراک سے اپنا مسجود — قبلہ کو اہلِ نظر قبلہ نما کہتے ہین

پاے افگار پہ جب سے تجھے رحم آیا ہے — خارِ رہ کو ترے ہم مہر گیا کہتے ہین

اک شرر دل مین ہے اس سے کوئی گھبرائیگا کیا — آگ مطلوب ہے ہمکو جو ہوا کہتے ہین

دیکھیے لاتی ہے اس شوخ کی نخوت کیا رنگ — اوسکی ہر بات پہ ہم نامِ خدا کہتے ہین

مقطع

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہوین شاید
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہین

آبرو کیا خاک اس گل کی کہ گلشن مین نہین — ہے گریبان ننگ پیراہن جو دامن مین نہین

ضعف سے اے گریہ کچھ باقی مرے تن مین نہین — رنگ ہو کر اوڑ گیا جو خون کہ دامن مین نہین

ہو گئے ہین جمع اجزاے نگاہ آفتاب — ذرے اوسکے گھر کی دیوارون کے روزن مین نہین

کیا کہون تاریکیِ زندانِ غم اندھیر ہے — پنبہ نورِ صبح سے کم جسکے روزن مین نہین

رونقِ ہستی ہے عشقِ خانہ ویران ساز سے — انجمن بے شمع ہے گر برق خرمن مین نہین

زخم سلوانے سے مجھپر چارہ جوئی کا ہے طعن — غیر سمجھا ہے کہ لذت زخمِ سوزن مین نہین

بسکہ ہم ہین اک بہارِ ناز کے مارے ہوے — جلوۂ گل کے سوا گرد اپنے مدفن مین نہین

قطرہ قطرہ اک ہیولےٰ ہے نئے ناسور کا — خون بھی ذوقِ درد سے فارغ مرے تن مین نہین

لیگئی ساقی کی نخوت قلزم آشامی مری — موجِ مے کی آج رگ مینا کی گردن مین نہین

ہو فشار ضعف مین کیا ناتوانی کی نمود +
قد کے جھکنے کی بھی آسایش مرے تن مین نہین

۸۲
تھی وطن مین شان کیا غالب کہ ہو غربت مین قدر
بے تکلف ہون وہ مشت خس کہ گلخن مین نہین

عہدے سے مدح ناز کے باہر نہ آسکا
گر اک ادا ہو تو اوسے اپنی قضا کہون

حلقے ہین چشمہاے کشادہ بسوے دل
ہر تار زلف کو نگہ سرمہ سا کہون

مین اور صد ہزار نواے جگر خراش
تو اور ایک وہ نہ شنیدن کہ کیا کہون

۸۳
ظالم مرے گمان سے مجھے منفعل نہ چاہ
ہے ہے خدا نکردہ تجھے بیوفا کہون

مہربان ہو کے بلا لو مجھے چاہو جس وقت
مین گیا وقت نہین ہون کہ پھر آ بھی نہ سکون

ضعف مین طعنہ اغیار کا شکوہ کیا ہے
بات کچھ سر تو نہین ہے کہ اوٹھا بھی نہ سکون

۸۴
زہر ملتا ہے نہین مجکو ستمگر ورنہ
کیا قسم ہے ترے ملنے کی کہ کھا بھی نہ سکون

ہمسے کھل جاؤ بوقت مے پرستی ایکدن
ورنہ ہم چھیڑینگے رکھکر عذر مستی ایکدن

غرۂ اوج بناے عالم امکان نہو +
اس بلندی کے نصیبون مین ہے پستی ایکدن

قرض کی پیتے تھے مے لیکن سمجھتے تھے کہ ہان
رنگ لاوے گی ہماری فاقہ مستی ایکدن

نغمہاے غم کو بھی ایدل غنیمت جانیے
بے صدا ہو جائیگا یہ ساز ہستی ایکدن

۸۵
دھول دھپا اوس سراپا ناز کا شیوا نہین
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیشدستی ایکدن

ہم پہ جفا سے ترک وفا کا گمان نہین
اک چھیڑ ہے وگرنہ مراد امتحان نہین

کس منہہ سے شکر کیجیے اس لطف خاص کا
پرسش ہے اور پاے سخن درمیان نہین

ہمکو ستم عزیز ستمگر کو ہم عزیز
نامہربان نہین ہے اگر مہربان نہین

بوسہ نہین نہ دیجیے دشنام ہی سہی
آخر زبان تو رکھتے ہو تم گر دہان نہین

ہر چند جان گدازی قہر و عتاب ہی
ہر چند پشت گرمی تاب و توان نہین

جان مطرب ترانۂ ہل من مزید ہے
لب پردہ سنج زمزمۂ الامان نہین

خنجر سے چیر سینہ اگر دل نہو دو نیم
دل مین چھری چبھو مژہ گر خونچکان نہین

ہے ننگ سینہ دل اگر آتشکدہ نہو
ہے عار دل نفس اگر آذر فشان نہین

نقصان نہین جنون مین بلا سے ہو گھر خراب
سو گز زمین کے بدلے بیابان گران نہین

کہتے ہو کیا لکھا ہے ترے سرنوشت مین
گویا جبین پہ سجدۂ بت کا نشان نہین

پاتا ہون اوس سے داد کچھ اپنے کلام کی
روح القدس اگرچہ مرا ہم زبان نہین

٥٨٦
جان ہے بہاے بوسہ ولے کیون کہے ابھی
غالب کو جانتا ہے کہ وہ نیمجان نہین

مانع وحشت نوردی کوئی تدبیر نہین
ایک چکر ہے مرے پانو مین زنجیر نہین

شوق اوس دشت مین دوڑاے ہے مجکو کہ جہان
جادہ غیر از نگہ دیدۂ تصویر نہین

حسرت لذت آزار رہی جاتی ہے
جادۂ راہ وفا جز دم شمشیر نہین

رنج نومیدی جاوید گوارا رہیو
خوش ہون گر نالہ زبونی کش تاثیر نہین

سر کھجاتا ہے جہان زخم سر اچھا ہو جاے
لذت سنگ باندازۂ تقریر نہین

جب کرم رخصت بیباکی و گستاخی دے
کوئی تقصیر بجز خجلت تقصیر نہین

٥٨٧
غالب اپنا یہ عقیدہ ہے بقول ناسخ
آپ بے بہرہ ہے جو معتقد میر نہین

مطلع

٥٨٨
مت مردمک دیدہ مین سمجھو یہ نگاہین
ہین جمع سویداے دل چشم مین آہین

برشگال گریہ عاشق ہے دیکھا چاہئے
کھل گئی مانند گل سو جا سے دیوار چمن

۵۸۹
الفت گل سے غلط ہے دعوی وارستگی
سرو ہے با وصف آزادی گرفتار چمن

عشق تاثیر سے نومید نہین
جانسپاری شجر بید نہین

سلطنت دست بدست آئی ہے
جام مے خاتم جمشید نہین

ہے تجلی تری سامان وجود
ذرہ بے پرتو خورشید نہین

راز معشوق نہ رسوا ہو جاسے
ورنہ مر جانے مین کچھ بھید نہین

گردش رنگ طرب سے ڈر ہے
غم محرومی جاوید نہین

۵۹۰
کہتے ہین جیتے ہین امید پہ لوگ
ہمکو جینے کی بھی امید نہین

جہان تیرا نقش قدم دیکھتے ہین
خیابان خیابان ارم دیکھتے ہین

دل آشفتگان خال کنج دہن کے
سویدا مین سیر عدم دیکھتے ہین

ترے سرو قامت سے اک قد آدم
قیامت کے فتنہ کو کم دیکھتے ہین

تماشا کہ اے محو آئینہ داری
تجھے کس تمنا سے ہم دیکھتے ہین

سراغ تف نالہ لے داغ دل سے
کہ شبرو کا نقش قدم دیکھتے ہین

۵۹۱
بنا کر فقیرونکا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہین

ملتی ہے خوے یار سے نار التہاب مین
کافر ہون گر نہ ملتی ہو راحت عذاب مین

کب سے ہون کیا بتاؤن جہان خراب مین
شبہائے ہجر کو بھی رکھون گر حساب مین

تا پھر نہ انتظار مین نیند آئے عمر بھر
آنیکا عہد کر گئے آئے جو خواب مین

قاصد کے آتے آتے خط اک اور لکھ رکھون
مین جانتا ہون جو وہ لکھین گے جواب مین

مجہ تک کب اونکی بزم مین آتا تھا دورِ جام
ساقی نے کچہ ملا نہ دیا ہو شراب مین

جو منکرِ وفا ہو فریب اوسپہ کیا چلے
کیون بدگمان ہون دوست سے دشمن کے باب مین

مین مضطرب ہون وصل مین خوفِ رقیب سے
ڈالا ہے تمکو وہم نے کس پیچ و تاب مین

مین اور حظِ وصل خدا ساز بات ہے
جان نذر دینی بھول گیا اضطراب مین

تیوری چڑھی ہوئی ہے جو اندر نقاب کے
ہے اک شکن پڑی ہوئی طرفِ نقاب مین

لاکھون لگاو ایک چرانا نگاہ کا
لاکھون بناو ایک بگڑنا عتاب مین

وہ نالہ دل مین خس کے برابر جگہ نپاے
جس نالہ سے شگاف پڑے آفتاب مین

وہ سحر مدعا طلبی مین نہ کام آے
جس سحر سے سفینہ روان ہو سراب مین

غالب چھٹی شراب پر اب بھی کبھی کبھی
پیتا ہون روزِ ابر و شبِ ماہتاب مین

۹۲

کل کے لیے کر آج نہ خست شراب مین
یہ سوءِ ظن ہے ساقیِ کوثر کے باب مین

ہین آج کیون ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب مین

جان کیون نکلنے لگتی ہے تن سے دمِ سماع
گر وہ صدا سمائی ہے چنگ و رباب مین

رو مین ہے رخشِ عمر کہان دیکھیے تھمے
نے ہاتھ باگ پر ہے نہ پا ہے رکاب مین

اوتنا ہی مجکو اپنی حقیقت سے بعد ہے
جتنا کہ وہمِ غیر سے ہون پیچ و تاب مین

اصلِ شہود و شاہد و مشہود ایک ہے
حیران ہون پھر مشاہدہ ہے کس حساب مین

ہے مشتمل نمودِ صور پر وجودِ بحر
یان کیا دھرا ہے قطرہ و موج و حباب مین

شرم اک ادائے ناز ہے اپنے ہی سے سہی
ہین کتنے بے حجاب کہ ہین یون حجاب مین

آرایشِ جمال سے فارغ نہین ہنوز
پیشِ نظر ہے آینہ دائم نقاب مین

ہے غیبِ غیب جسکو سمجھتے ہین ہم شہود
ہین خواب مین ہنوز جو جاگے ہین خواب مین

غالب ندیمِ دوست سے آتی ہے بوے دوست
مشغولِ حق ہون بندگیِ بوتراب مین

حیران ہون دل کو روؤن کہ پیٹون جگر کو مین | مقدور ہو تو ساتھ رکھون نوحہ گر کو مین

چھوڑا نہ رشک نے کہ تیرے گھر کا نام لون | ہر ایک سے پوچھتا ہون کہ جاؤن کدھر کو مین

جانا پڑا رقیب کے در پر ہزار بار | اے کاش جانتا نہ ترے رہگذر کو مین

ہے کیا جو کس کے باندھیے میری بلا ڈرے | کیا جانتا نہیں ہون تمہاری کمر کو مین

لو وہ بھی کہتے ہین کہ یہ بے ننگ و نام ہے | یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو مین

چلتا ہون تھوڑی دور ہر اک تیز رو کے ساتھ | پہچانتا نہیں ہون ابھی راہبر کو مین

خواہش کو احمقون نے پرستش دیا قرار | کیا پوجتا ہون اوس بت بیداد گر کو مین

پھر بیخودی مین بھول گیا راہ کوی یار | جاتا وگرنہ ایک دن اپنی خبر کو مین

اپنے پہ کر رہا ہون قیاس اہل دہر کا | سمجھا ہون دلپذیر متاع ہنر کو مین

غالب خدا کرے کہ سوار سمند ناز
دیکھون علی بہادر عالی گوہر کو مین

۹۴

ذکر میرا بہ بدی بھی اوسے منظور نہین | غیر کی بات بگڑ جائے تو کچھ دور نہین

وعدہ سیر گلستان ہے خوشا طالع شوق | مژدۂ قتل مقدر ہے جو مذکور نہین

شاہد ہستی مطلق کی کمر ہے عالم | لوگ کہتے ہین کہ ہے پر ہمین منظور نہین

قطرہ اپنا بھی حقیقت مین ہے دریا لیکن | ہمکو تقلید تنک ظرفی منصور نہین

حسرت اے ذوق خرابی کہ وہ طاقت نہ رہی | عشق پر عربدہ کی گون تن رنجور نہین

مین جو کہتا ہون کہ ہم لینگے قیامت مین تمہین | کس رعونت سے وہ کہتے ہین کہ ہم حور نہین

ظلم کر ظلم اگر لطف دریغ آتا ہو | تو تغافل مین کسی رنگ سے معذور نہین

صاف دردی کش پیمانہ جم ہین ہم لوگ | وائے وہ بادہ کہ افشردۂ انگور نہین

ہون ظہوری کے مقابل مین خفائی غالب
میرے دعوے پہ یہ حجت ہے کہ مشہور نہین

۹۵

نالہ جز حسن طلب اے ستم ایجاد نہین
ہے تقاضاے جفا شکوۂ بیداد نہین

عشق و مزدوری عشرتکدہ خسرو کیا خوب
ہمکو تسلیم نکونامی فرہاد نہین

کم نہین وہ بھی خرابی مین پہ وسعت معلوم
دشت مین ہے مجھے وہ عیش کہ گھر یاد نہین

اہل بینش کو ہے طوفان حوادث مکتب
لطمۂ موج کم از سیلیِ استاد نہین

واے محرومی تسلیم و بدا حال وفا
جانتا ہے کہ ہمین طاقت فریاد نہین

رنگ تمکین گل و لالہ پریشان کیون ہے
گر چراغان سر رہگذر باد نہین

سبد گل کے تلے بند کرے ہے گلچین
مژدہ اے مرغ کہ گلزار مین صیاد نہین

نفی سے کرتی ہے اثبات تراوش گویا
دی ہے جاے دہن اوسکو دم ایجاد نہین

کم نہین جلوہ گری مین ترے کوچے سے بہشت
یہی نقشہ ہے ولی اسقدر آباد نہین

۹۶ کرتے کس منہ سے ہو غربت کی شکایت غالب
تمکو بے مہری یاران وطن یاد نہین

دونون جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یان آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کرین

تھک تھک کے ہر مقام پہ دو چار رہ گئے
تیرا پتا نہ پائین تو ناچار کیا کرین

۹۷ کیا شمع کے نہین ہین ہوا خواہ اہل بزم
ہو غم ہی جانگداز تو غمخوار کیا کرین

ہو گئی ہے غیر کی شیرین بیانی کارگر
عشق کا اوسکو گمان ہم بے زبانون پر نہین

قیامت ہے کہ سن لیلی کا دشت قیس مین آنا
تعجب سے وہ بولا یون بھی ہوتا ہے زمانے مین

۹۸ دل نازک پہ اوسکے رحم آتا ہے مجھے غالب
نہ کر سرگرم اوس کافر کو الفت آزمانے مین

دل لگا کر لگ گیا اونکو بھی تنہا بیٹھنا
بارے اپنی بیکسی کی ہمنے پائی داد یان

ہین زوال آمادہ اجزا آفرینش کے تمام
مہر گردون ہے چراغ رہگذار باد یان

۹۹

یہ ہم جو ہجر مین دیوار و در کو دیکھتے ہین
کبھی صبا کو کبھی نامہ بر کو دیکھتے ہین +

وہ آئین گھر مین ہمارے خدا کی قدرت ہے
کبھی ہم اونکو کبھی اپنے گھر کو دیکھتے ہین

نظر لگے نہ کہین اونکے دست و بازو کو
یہ لوگ کیون مرے زخم جگر کو دیکھتے ہین

ترے جواہر طرف کلہ کو کیا دیکھین
ہم اوج طالع لعل و گہر کو دیکھتے ہین

مقطع

نہین کہ مجھکو قیامت کا اعتقاد نہین
شب فراق سے روز جزا زیاد نہین

کوئی کہے کہ شب مہ مین کیا برائی ہے
بلا سے آج اگر دن کو ابر و باد نہین

جو آؤن سامنے اونکے تو مرحبا نکہین
جو جاؤن وان سے کہین کو تو خیر باد نہین

کبھی جو یاد بھی آتا ہون مین تو کہتے ہین
کہ آج بزم مین کچھ فتنہ و فساد نہین

علاوہ عید کے ملتی ہے اور دن بھی شراب
گدائے کوچۂ میخانہ نامراد نہین

جہان مین ہو غم و شادی بہم ہمین کیا کام
دیا ہے ہمکو خدا نے وہ دل کہ شاد نہین

تم اونکے وعدے کا ذکر اونسے کیون کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہین کہ یاد نہین

مقطع

تیرے توسن کو صبا باندھتے ہین
ہم بھی مضمون کی ہوا باندھتے ہین

آہ کا کسنے اثر دیکھا ہے
ہم بھی اک اپنی ہوا باندھتے ہین

تیری فرصت کے مقابل اے عمر
برق کو پابہ حنا باندھتے ہین

قید ہستی سے رہائی معلوم
اشک کو بے سر و پا باندھتے ہین

نشۂ رنگ سے ہے واشد گل
مست کب بند قبا باندھتے ہین

غلطیہائے مضامین مت پوچھ
لوگ نالے کو رسا باندھتے ہین

اہل تدبیر کی واماندگیان
آبلون پر بھی حنا باندھتے ہین +

سادہ پرکار ہین خوبان غالب
ہم سے پیمان وفا باندھتے ہین +

۱۰۲ زمانہ سخت کم آزار ہے بجان اسد
وگرنہ ہم تو توقع زیادہ رکھتے ہین

دائم پڑا ہوا ترے در پر نہین ہون مین
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہین ہون مین

کیون گردش مدام سے گھبرا نجائے دل
انسان ہون پیالہ و ساغر نہین ہون مین

یارب زمانہ مجھکو مٹاتا ہے کس لیے
لوح جہان پہ حرف مکرر نہین ہون مین

حد چاہیے سزا مین عقوبت کے واسطے
آخر گناہگار ہون کافر نہین ہون مین

کس واسطے عزیز نہین جانتے مجھے
لعل و زمرد و زر و گوہر نہین ہون مین

رکھتے ہو تم قدم مری آنکھون سے کیون دریغ
رتبہ مین مہر و ماہ سے کمتر نہین ہون مین

کرتے ہو مجھکو منع قدمبوس کس لیے
کیا آسمان کے بھی برابر نہین ہون مین

۱۰۳ غالب وظیفہ خوار ہو دو شاہ کو دعا
وہ دن گئے کہ کہتے تھے نوکر نہین ہون مین

سب کہان کچھ لالہ و گل مین نمایان ہوگئین
خاک مین کیا صورتین ہونگی کہ پنہان ہوگئین

یاد تھین ہمکو بھی رنگارنگ بزم آرائیان
لیکن اب نقش و نگار طاق نسیان ہوگئین

تھین بنات النعش گردون دن کو پردے مین نہان
شب کو انکے جی مین کیا آئی کہ عریان ہوگئین

قید مین یعقوب نے لی گو نہ یوسف کی خبر
لیکن آنکھین روزن دیوار زندان ہوگئین

سب رقیبون سے ہون ناخوش پر زنان مصر سے
ہے زلیخا خوش کہ محو ماہ کنعان ہوگئین

جوے خون آنکھون سے بہنے دو کہ ہے شام فراق
مین یہ سمجھونگا کہ شمعین دو فروزان ہوگئین

ان پریزادون سے لینگے خلد مین ہم انتقام
قدرت حق سے یہی حورین اگر وان ہوگئین

نیند اوسکی ہے دماغ اوسکا ہے راتین اوسکی ہین
تیری زلفین جسکے بازو پر پریشان ہوگئین

مین چمن مین کیا گیا گویا دبستان کھل گیا
بلبلین سنکر مرے نالے غزلخوان ہوگئین

وہ نگاہین کیون ہوئی جاتی ہین یارب دلکے پار
جو مری کوتاہی قسمت سے مژگان ہوگئین

بسکہ روکا میں نے اور سینہ میں ابھریں پے بہ پے
میری آہیں بخیۂ چاک گریباں ہو گئیں

واں گیا بھی میں تو ان کی گالیوں کا کیا جواب
یاد تھیں جتنی دعائیں صرف درباں ہو گئیں

جاں فزا ہے بادہ جسکے ہاتھ میں جام آ گیا
سب لکیریں ہاتھ کی گویا رگ جاں ہو گئیں

ہم موحد ہیں ہمارا کیش ہے ترک رسوم
ملتیں جب مٹ گئیں اجزائے ایماں ہو گئیں

رنج سے خوگر ہوا انساں تو مٹ جاتا ہے رنج
مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہو گئیں

۱۰۴
یوں ہی گر روتا رہا غالب تو اے اہل جہاں
دیکھنا ان بستیوں کو تم کہ ویراں ہو گئیں

دیوانگی سے دوش پہ زنار بھی نہیں
یعنی ہمارے جیب میں اک تار بھی نہیں

دل کو نیاز حسرت دیدار کر چکے
دیکھا تو ہم میں طاقت دیدار بھی نہیں

ملنا ترا اگر نہیں آساں تو سہل ہے
دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

بے عشق عمر کٹ نہیں سکتی ہے اور یاں
طاقت بقدر لذت آزار بھی نہیں

شوریدگی کے ہاتھ سے ہے سر وبال دوش
صحرا میں اے خدا کوئی دیوار بھی نہیں

گنجائش عداوت اغیار یکطرف
یاں دل میں ضعف سے ہوس یار بھی نہیں

ڈر نالہ ہائے زار سے میرے خدا کو مان
آخر نوائے مرغ گرفتار بھی نہیں

دل میں ہے یار کی صف مژگاں سے روکشی
حالانکہ طاقت خلش خار بھی نہیں

اس سادگی پہ کون نہ مر جائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

۱۰۵
دیکھا اسد کو خلوت و جلوت میں بارہا
دیوانہ گر نہیں ہے تو ہشیار بھی نہیں

نہیں ہے زخم کوئی بخیہ کے درخور مرے تن میں
ہوا ہے تار اشک یاس رشتہ چشم سوزن میں

ہوئی ہے مانع ذوق تماشا خانہ ویرانی
کف سیلاب باقی ہے برنگ پنبہ روزن میں

ودیعت خانۂ بیداد کاوش ہائے مژگاں ہوں
نگین نام شاہد ہے مرا ہر قطرہ خوں تن میں

بیان کس سے ہو ظلمت گستری میرے شبستاں کی
شب مہ ہو جو رکھدیں پنبہ دیوار روزن میں

نکوہش مانع بے ربطی شور جنوں آئی
ہوا ہے خندہ احباب بخیہ جیب و دامن میں

ہوئے اس مہروش کے جلوۂ تمثال کے آگے
پر افشاں جوہر آئینے میں مثل ذرہ روزن میں

نہ جانوں نیک ہوں یا بد ہوں پر صحبت مخالف ہے
جو گل ہوں تو ہوں گلخن میں جو خس ہوں تو ہوں گلشن میں

ہزاروں دل دیئے جوش جنون عشق نے مجھکو
سیہ ہو کر سویدا ہو گیا ہر قطرہ خوں تن میں

مقطع
اسد زندانی تاثیر الفتہائے خوباں ہوں
خم دست نوازش ہو گیا ہے طوق گردن میں

سرستہ مہمان کے اپنی نظر میں خاک نہیں
سوائے خون جگر سو جگر میں خاک نہیں

مگر غبار ہوئے پر ہوا اڑا لیجائے
وگرنہ تاب و تواں بال و پر میں خاک نہیں

یہ کس بہشت شمائل کی آمد آمد ہے
کہ غیر جلوۂ گل رہگذر میں خاک نہیں

بھلا اسے نہ سہی کچھ مجھی کو رحم آتا
اثر مرے نفس بے اثر میں خاک نہیں

خیال جلوۂ گل سے خراب ہیں میکش
شراب خانہ کی دیوار و در میں خاک نہیں

ہوا ہوں عشق کی غارتگری سے شرمندہ
سوا ہے حسرت تعمیر گھر میں خاک نہیں

مقطع
ہمارے شعر ہیں اب صرف دل لگی کے اسد
کھلا کہ فائدہ عرض ہنر میں خاک نہیں

دل ہی تو ہے نہ سنگ و خشت درد سے بھر نہ آئے کیوں
روئینگے ہم ہزار بار کوئی ہمیں ستائے کیوں

دیر نہیں حرم نہیں در نہیں آستاں نہیں
بیٹھے ہیں رہگذر پہ ہم غیر ہمیں اٹھائے کیوں

جب وہ جمال دلفروز صورت مہر نیمروز
آپ ہی ہو نظارہ سوز پردے میں منہ چھپائے کیوں

دشنۂ غمزہ جانستاں ناوک ناز بے پناہ
تیرا ہی عکس رخ سہی سامنے تیرے آئے کیوں

قید حیات و بند غم اصل میں دونوں ایک ہیں
موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

حسن اور اسپہ حسن ظن رہ گئی بوالہوس کی شرم
اپنے پہ اعتماد ہے غیر کو آزمائے کیوں

وان وہ غرور عزو ناز یان یہ حجاب پاس وضع
راہ مین ہم ملین کہان بزم مین وہ بلائے کیون
ہان وہ نہین خدا پرست جاؤ وہ بیوفا سہی
جسکو ہو دین و دل عزیز اوسکی گلی مین جائے کیون

ن ۱۰۸

غالب خستہ کے بغیر کونسے کام بند ہین
روئیے زار زار کیا کیجیے ہائے ہائے کیون

غنچۂ ناشگفتہ کو دور سے مت دکھا کہ یون
بوسہ کو پوچھتا ہون مین منہ سے مجھے بتا کہ یون
پرسش طرز دلبری کیجیے کیا کہ بن کہے
اوسکے ہر اک اشارہ سے نکلے ہے یہ ادا کہ یون
رات کے وقت مے پیے ساتھ رقیب کو لیے
آئے وہ یان خدا کرے پر نکرے خدا کہ یون
غیر سے رات کیا بنی یہ جو کہا تو دیکھیے
سامنے آن بیٹھنا اور یہ دیکھنا کہ یون
بزم مین اوسکے روبرو کیون نہ خموش بیٹھیے
اوسکی تو خامشی سے بھی ہے یہی مدعا کہ یون
مین نے کہا کہ بزم ناز چاہیے غیر سے تہی
سنکے ستم ظریف نے مجکو اوٹھا دیا کہ یون
مجسے کہا جو یار نے جاتے ہین ہوش کسطرح
دیکھکے میری بیخودی چلنے لگی ہوا کہ یون
کب مجھکو کوئے یار مین رہنے کی وضع یاد تھی
آئینہ دار بنگئے حیرت نقش پا کہ یون
گر ترے دل مین ہو خیال وصل مین شوق کا زوال
موج محیط آب مین مارے ہے دست و پا کہ یون

ن ۱۰۹

جو یہ کہے کہ ریختہ کیون کہ ہو رشک فارسی
گفتۂ غالب ایکبار پڑہ کے اوسے سنا کہ یون

باب الواو

حسد سے دل اگر افسردہ ہے گرم تماشا ہو
کہ چشم تنگ شاید کثرت نظارہ سے وا ہو
بقدر حسرت دل چاہیے ذوق معاصی بھی
بہرون یک گوشۂ دامن گر آب ہفت کشور ہو

ن ۱۱۰

اگر وہ سرو قد گرم خرام ناز آجاوے
کف ہر خاک گلشن شکل قمری نالہ فرسا ہو

کعبہ مین جا رہا تو نہ دو طعنہ کیا کہین
بھولا ہون حق صحبت اہل کنشت کو
طاعت مین تا رہے نہ مے و انگبین کی لاگ
دوزخ مین ڈالدو کوئی لیکر بہشت کو

ہون منحرف نہ کیون رہ و رسم ثواب سے ٹیڑھا لگا ہے قط قلم سرنوشت کو

۱۱۱ ه

غالب کچھ اپنی سعی سے لہنا نہین مجھے
خرمن جلے اگر نہ ملخ کھاے کشت کو

وارستہ اس سے ہین کہ محبت ہی کیون نہو کیجے ہمارے ساتھ عداوت ہی کیون نہو
چھوڑا نہ مجھ مین ضعف نے رنگ اختلاط کا ہے دل پہ بار نقش محبت ہی کیون نہو
ہے مجھکو تجھ سے تذکرۂ غیر کا گلا ہرچند بر سبیل شکایت ہی کیون نہو
پیدا ہوئی ہے کہتے ہین ہر درد کی دوا یون ہو تو چارۂ غم الفت ہی کیون نہو
ڈالا نہ بیکسی نے کسی سے معاملہ اپنے سے کھینچتا ہون خجالت ہی کیون نہو
ہے آدمی بجاے خود اک محشر خیال ہم انجمن سمجھتے ہین خلوت ہی کیون نہو
ہنگامۂ زبونی ہمت ہے انفعال حاصل نہ کیجے دہر سے عبرت ہی کیون نہو
وارستگی بہانۂ بیگانگی نہین اپنے سے کر نہ غیر سے وحشت ہی کیون نہو
مٹتا ہے فوت فرصت ہستی کا غم کوئی عمر عزیز صرف عبادت ہی کیون نہو

۱۱۲ ه

اوس فتنہ خو کے در سے اب اوٹھتے نہین اسد
اسمین ہمارے سر پہ قیامت ہی کیون نہو

قفس مین ہون گر اچھا بھی نہ جانین میرے شیون کو مرا ہونا برا کیا ہے نواسنجان گلشن کو
نہین گر ہمدمی آسان نہو یہ رشک کیا کم ہے نہ دی ہوتی خدایا آرزوے دوست دشمن کو
نہ نکلا آنکھ سے تیری اک آنسو اوس جراحت پر کیا سینے مین جسنے خونچکان مژگان سوزن کو
خدا شرماے ہاتھون کو کہ رکھتے ہین کشاکش مین کبھی میرے گریبان کو کبھی جانان کے دامن کو
ابھی ہم قتلگہ کا دیکھنا آسان سمجھتے ہین نہین دیکھا شناور جوے خون مین تیرے توسن کو
ہوا چرچا جو میرے پانون کی زنجیر بننے کا کیا بیتاب کان مین جنبش جوہر نے آہن کو
خوشی کیا کھیت پہ میرے اگر سو بار ابر آوے سمجھتا ہون کہ ڈھونڈھے ہے ابھی سے برق خرمن کو

وفاداری بشرط استواری اصل ایمان ہے
مرے بتخانہ مین تو کعبہ مین گاڑو برہمن کو +

شہادت تھی مری قسمت مین جو دی تھی یہ خو مجھکو
جہان تلوار کو دیکھا جھکا دیتا تھا گردن کو

نہ لٹتا دن کو تو کب رات کو یون بیخبر سوتا
رہا کھٹکا نہ چوری کا دعا دیتا ہون رہزن کو

سخن کیا کہہ نہین سکتے کہ جویان ہین جواہر کے
جگر کیا ہم نہین رکھتے کہ کھودین جا کے معدن کو

۱۱۳

مرے شاہ سلیمان جاہ سے نسبت نہین غالب
فریدون و جم و کیخسرو و داراب و بہمن کو

دھوتا ہون جب مین پینے کو اوس سیمتن کے پانو
رکھتا ہے ضد سے کھینچ کے باہر لگن کے پانو

دی سادگی سے جان پڑون کوہکن کے پانو
ہیہات کیون نہ ٹوٹ گئے پیرزن کے پانو

بھاگے تھے ہم بہت سو اوسی کی سزا ہے یہ
ہوکر اسیر دابتے ہین راہزن کے پانو

مرہم کی جستجو مین پھرا ہون جو دور دور
تن سے سوا فگار ہین اس خستہ تن کے پانو

اللہ رے ذوق دشت نوردی کہ بعد مرگ
ہلتے ہین خود بخود مرے اندر کفن کے پانو

ہے جوش گل بہار مین یان تک کہ ہر طرف
اوڑتے ہوے الجھتے ہین مرغ چمن کے پانو

شبکو کسی کے خواب مین آیا نہو کہین
دکھتے ہین آج اوس بت نازک بدن کے پانو

۱۱۴

غالب مرے کلام مین کیونکر مزا نہو
پیتا ہون دھو کے خسرو شیرین سخن کے پانو

وان اوسکو ہول دل ہے تو یان مین ہون شرمسار
یعنی یہ میری آہ کی تاثیر سے نہو +

۱۱۵

اپنے کو دیکھتا نہین ذوق ستم کو دیکھ
آئینہ تاکہ دیدۂ نخچیر سے نہو +

وان پہونچکر جو غش آتا پیہم ہے ہمکو
صد رہ آہنگ زمین بوس قدم ہے ہمکو

دل کو مین اور مجھے دل محو وفا رکھتا ہے
کس قدر ذوق گرفتاری ہم ہے ہمکو

ضعف سے نقش پے مور ہے طوق گردن
تیرے کوچے سے کہان طاقت رم ہے ہمکو

جانا کہ کیجیے تغافل کہ کچھ امید بھی ہو
یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہمکو

رشک ہمطرحی و درد اثر بانگ حزین
نالہ مرغ سحر تیغ دو دم ہے ہمکو

سر اڑانے کے جو وعدہ کو مکرر چاہا
ہنس کے بولے کہ تری سر کی قسم ہے ہمکو

دلکے خون کرنے کی کیا وجہ ولیکن ناچار
پاس بے رونقی دیدہ اہم ہے ہمکو

تم وہ نازک کہ خموشی کو فغان کہتے ہو
ہم وہ عاجز کہ تغافل بھی ستم ہے ہمکو

لکھنؤ آنیکا باعث نہین کھلتا یعنے
ہوس سیر و تماشا سو وہ کم ہے ہمکو

مقطع سلسلۂ شوق نہین ہے یہ شہر
عزم سیر نجف و طوف حرم ہے ہمکو

۱۱۶
لیے جاتی ہے کہین ایک توقع غالب
جادۂ رہ کشش کاف کرم ہے ہمکو

تم جانو تمکو غیر سے جو رسم و راہ ہو
مجکو بھی پوچھتے رہو تو کیا گناہ ہو

بچتے نہین مواخذۂ روز حشر سے
قاتل اگر رقیب ہے تو تم گواہ ہو

کیا وہ بھی بیگنہ کش و حق ناسپاس ہین
مانا کہ تم بشر نہین خورشید و ماہ ہو

ابھرا ہوا نقاب مین ہے اونکے ایک تار
مرتا ہون مین کہ یہ نہ کسیکی نگاہ ہو

جب میکدہ چھٹا تو پھر اب کیا جگہ کی قید
مسجد ہو مدرسہ ہو کوئی خانقاہ ہو

سنتے ہین جو بہشت کی تعریف سب درست
لیکن خدا کرے وہ تیرا جلوہ گاہ ہو

۱۱۷
غالب بھی گر نہو تو کچھ ایسا ضرر نہین
دنیا ہو یارب اور مرا بادشاہ ہو

گئی وہ بات کہ ہو گفتگو تو کیونکر ہو
کہے سے کچھ نہ ہوا پھر کہو تو کیونکر ہو

ہمارے ذہن مین اس فکر کا ہے نام وصال
کہ گر نہ ہو تو کہان جائین ہو تو کیونکر ہو

ادب ہے اور یہی کشمکش تو کیا کیجے
حیا ہے اور یہی گومگو تو کیونکر ہو

تمہین کہو کہ گذارا صنم پرستونکا
بتونکی ہو اگر ایسی ہی خو تو کیونکر ہو

اولجھتے ہو تم اگر دیکھتے ہو آئینہ | جو تمسے شہر مین ہون ایک دو تو کیونکر ہو
جسے نصیب ہو روز سیاہ میرا سا | وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو
ہمین پھر اونسے امید اور اونہین ہماری قدر | ہماری بات ہی پوچھین نہ وہ تو کیونکر ہو
غلط نہ تھا ہمین خط پہ گمان تسلی کا | نہ مانے دیدۂ دیدار جو تو کیونکر ہو +
بتاؤ اوس مژہ کو دیکھکر کہ مجکو قرار | یہ نیش ہو رگ جان مین فرو تو کیونکر ہو

مجھے جنون نہین غالب وَلے بقول حضور
فراق یار مین تسکین ہو تو کیونکر ہو +

ش ۱۱۸

کسیکو دیکے دل کوئی نواسنج فغان کیون ہو | نہ ہو جب دل ہی سینہ مین تو پھر منہ مین زبان کیون ہو
وہ اپنی خو نچھوڑینگے ہم اپنی وضع کیون چھوڑین | سبک سر بنکے کیا پوچھین کہ ہمسے سرگران کیون ہو
کیا غمخوار نے رسوا لگے آگ اس محبت کو | نہ لاوے تاب جو غم کی وہ میرا رازدان کیون ہو
وفا کیسی کہان کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا | تو پھر اے سنگدل تیرا ہی سنگ آستان کیون ہو
قفس مین مجھسے روداد چمن کہتے نہ ڈر ہمدم | گری ہے جسپہ کل بجلی وہ میرا آشیان کیون ہو
یہ کہہ سکتے ہو ہم دل مین نہین ہین پر یہ بتلاؤ | کہ جب دل مین تمہین تم ہو تو آنکھون سے نہان کیون ہو
غلط ہے جذب دل کا شکوہ دیکھو جرم کسکا ہے | نہ کھینچو گر تم اپنے کو کشاکش درمیان کیون ہو
یہ فتنہ آدمی کی خانہ ویرانی کو کیا کم ہے | ہوے تم دوست جسکے دشمن اوسکا آسمان کیون ہو
یہی ہے آزمانا تو ستانا کسکو کہتے ہین | عدو کے ہو لیے جب تم تو میرا امتحان کیون ہو
کہا تمنے کہ کیون ہو غیر کے ملنے مین رسوائی | بجا کہتے ہو سچ کہتے ہو پھر کہیو کہ ہان کیون ہو

نکالا چاہتا ہے کام کیا طعنون سے تو غالب
ترے بیمہر کہنے سے وہ تجھپر مہربان کیون ہو

ش ۱۱۹

رہیے اب ایسی جگہ چلکر جہان کوئی نہو | ہم سخن کوئی نہو اور ہمزبان کوئی نہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے | کوئی ہمسایہ نہو اور پاسبان کوئی نہو

پڑیے گر بیمار تو کوئی نہو تیماردار | اور اگر مر جائیے تو نوحہ خوان کوئی نہو

۱۲۰

باب الہاء

ازمہر تا بہ ذرہ دل و دل ہے آئینہ | طوطی کو شش جہت سے مقابل ہے آئینہ

ہے سبزہ زار ہر در و دیوار غمکدہ | جسکی بہار یہ ہو پھر اوسکی خزان نپوچھہ

ناچار بیکسی کی بھی حسرت اوٹھائیے | دشواری رہ و ستم ہمرہان نپوچھہ

۱۲۱

باب الیاء

صد جلوہ روبرو ہے جو مژگان اوٹھائیے | طاقت کہان کہ دید کا احسان اوٹھائیے

ہے سنگ پر برات معاش جنون عشق | یعنی ہنوز منت طفلان اوٹھائیے

دیوار بار منت مزدور سے ہے خم | اے خانمان خراب نہ احسان اوٹھائیے

۱۲۲

یا میرے زخم رشک کو رسوا نہ کیجیے +
یا پردۂ تبسم پنہان اوٹھائیے

مسجد کے زیر سایہ خرابات چاہیے | بھون پاس آنکھہ قبلۂ حاجات چاہیے

عاشق ہوئے ہین آپ بھی اک شخص اور پر | آخر ستم کی کچھہ بھی مکافات چاہیے

دے داد اے فلک دل حسرت پرست کی | ہان کچھہ نکچھہ تلافی مافات چاہیے +

سیکھے ہین مہ رخونکے لیے ہم مصوری | تقریب کچھہ تو بہر ملاقات چاہیے

مے سے غرض نشاط ہے کس روسیاہ کو | اک گونہ بیخودی مجھے دن رات چاہیے

ہے رنگ لالہ و گل و نسرین جدا جدا | ہر رنگ مین بہار کا اثبات چاہیے

سر پاے خم پہ چاہیے ہنگام بیخودی | رو سوے قبلہ وقت مناجات چاہیے

یعنی بحسب گردش پیمانۂ صفات + | عارف ہمیشہ مست مے ذات چاہیے

۱۲۳

نشو و نما ہے اصل سے غالب فروع کو
خاموشی ہی سے نکلی ہے جو بات چاہیے

بساط عجز مین تھا ایکدل یکقطرہ خون وہ بھی
سو رہتا ہے بانداز چکیدن سرنگون وہ بھی

رہے اوس شوخ سے آزردہ ہم چندے تکلف سے
تکلف برطرف تھا ایک انداز جنون وہ بھی

خیال مرگ کب تسکین دل آزردہ کو بخشے
مرے دام تمنا مین ہے اک صید زبون وہ بھی

نہ کرتا کاش نالہ مجھکو کیا معلوم تھا ہمدم
کہ ہوگا باعث افزایش درد درون وہ بھی

نہ اتنا برش تیغ جفا پر ناز فرماؤ
مرے دریاے بیتابی مین ہے اک موج خون وہ بھی

مے عشرت کی خواہش ساقی گردون سے کیا کیجے
لیے بیٹھا ہے اک دو چار جام واژگون وہ بھی

۱۲۴ مرے دلمین ہے غالب شوق وصل و شکوہ ہجران
خدا وہ دن کرے جو اوس سے مین یہ بھی کہون وہ بھی

ہے بزم بتان مین سخن آزردہ لبون سے
تنگ آئے ہین ہم ایسے خوشامد طلبون سے

ہے دور قدح وجہ پریشانی صہبا
یکبار لگا دو خم مے میرے لبون سے

رندان در میکدہ گستاخ ہین زاہد
زنہار نہ ہونا طرف ان بے ادبون سے

۱۲۵ بیداد وفا دیکھہ کہ جاتی رہی آخر
ہر چند مری جان کو تھا ربط لبون سے

تا ہمکو شکایت کی بھی باقی نہ رہے جا
سن لیتے ہین گو ذکر ہمارا نہین کرتے

غالب ترا احوال سنا دین گے ہم اونکو
وہ سنکے بلا لین یہ اجارا نہین کرتے

گھر مین تھا کیا کہ ترا غم اوسے غارت کرتا
۱۲۶ وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

غم دنیا سے گر پائی بھی فرصت سر اوٹھانیکی
فلک کا دیکھنا تقریب تیرے یاد آنیکی

کھلیگا کسطرح مضمون مرے مکتوب کا یارب
قسم کھائی ہے اوس کافر نے کاغذ کے جلانیکی +

لپٹنا پرنیان مین شعلۂ آتش کا آسان ہے
ولے مشکل ہے حکمت دلمین سوز غم چھپانیکی

اونہین منظور اپنے زخمیون کا دیکھ آنا تھا
اوٹھے تھے سیر گل کو دیکھنا شوخی بہانے کی

ہماری سادگی تھی التفات ناز پر مرنا
ترا آنا نہ تھا ظالم مگر تمہید جانے کی

لکد کوب حوادث کا تحمل کر نہین سکتے
مری طاقت کہ ضامن تھی بتون کے ناز اوٹھانیکی

١٢٧ کہون کیا خوبی اوضاع ابنای زمان غالب
بدی کی اوسنے جس سے ہمنے کی تھی بارہا نیکی

حاصل سے ہاتھ دھو بیٹھ اے آرزو خرامی
دل جوش گریہ مین ہے ڈوبی ہوئی اسامی

١٢٨ اوس شمع کی طرح سے جس کو کوئی بجھا دے
مین بھی جلے ہوؤن مین ہون داغ ناتمامی

کیا تنگ ہم ستمزدگان کا جہان ہے
جس مین کہ ایک بیضۂ مور آسمان ہے

ہے کائنات کو حرکت تیرے ذوق سے
پرتو سے آفتاب کے ذرہ مین جان ہے

حال آنکہ ہے یہ سیلی خارا سے لالہ رنگ
غافل کو میرے شیشہ پہ مے کا گمان ہے

کی اوسنے گرم سینۂ اہل ہوس مین جا
آوے نہ کیون پسند کہ ٹھنڈا مکان ہے

کیا خوب تمنے غیر کو بوسہ نہین دیا
بس چپ رہو ہمارے بھی منہہ مین زبان ہے

بیٹھا ہے جو کہ سایۂ دیوار یار مین
فرمان روای کشور ہندوستان ہے

ہستی کا اعتبار بھی غم نے مٹا دیا
کس سے کہون کہ داغ جگر کا نشان ہے

١٢٩ ہے بارے اعتماد وفاداری اس قدر
غالب ہم اسمین خوش ہین کہ نامہربان ہے

درد سے میرے ہے تجھکو بیقراری ہای ہای
کیا ہوئی ظالم تری غفلت شعاری ہای ہای

تیرے دلمین گر نہ تھا آشوب غم کا حوصلہ
تونے پھر کیون کی تھی میری غمگساری ہای ہای

کیون مری غمخوارگی کا تجھکو آیا تھا خیال
دشمنی اپنی تھی میری دوستداری ہای ہای

عمر بھر کا تونے پیمان وفا باندھا تو کیا
عمر کو بھی تو نہین ہے پایداری ہای ہای

زہر لگتی ہے مجھے آب وہواے زندگی
یعنی تجھسے تھی اسے ناسازگاری ہای ہای

گلفشانی ہاے ناز جلوہ کو کیا ہوگیا
خاک پر ہوتی ہے تیری لالہ کاری ہای ہای

شرم رسوائی سے جا چھپنا نقاب خاک مین
ختم ہی الفت کی تجھپر پردہ داری ہای ہای

خاک مین ناموس پیمان محبت مل گئی +
اوٹھ گئی دنیا سے راہ ورسم یاری ہای ہای

ہاتھہ ہی تیغ آزما کا کام سے جاتا رہا
دل پہ اک لگنے نپایا زخم کاری ہاے ہای

کس طرح کاٹے کوئی شبہاے تار برشگال
ہے نظر خو کردہ اختر شماری ہاے ہای

گوش مہجور پیام وچشم محروم جمال
ایک دل تسپہ یہ ناامیدواری ہای ہای

۱۳۰ ن
عشق نے پکڑا نتھا غالب ابھی وحشت کا رنگ
رہگیا تھا دل مین جو کچھہ ذوق خواری ہای ہاے

سرگشتگی مین عالم ہستی سے یاس ہے
تسکین کو دے نوید کہ مرنیکی آس ہے

لیتا نہین مرے دل آوارہ کی خبر
ابتک وہ جانتا ہے کہ میرہی پاس ہے

کیجیے بیان سرور تپ غم کہانتلک
ہر مو مرے بدن پہ زبان سپاس ہے

ہے وہ غرور حسن سے بیگانۂ وفا
ہرچند اوسکے پاس دل حق شناس ہے

پی جسقدر ملے شب مہتاب مین شراب
اس بلغمی مزاج کو گرمی ہی راس ہے

۱۳۱ ن
ہر اک مکان کو ہے مکین سے شرف اسد
مجنون جو مرگیا ہے تو جنگل اوداس ہے

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہے
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے

کسکو سناؤن حسرت اظہار کا گلا +
دل فرد جمع وخرچ زبانہاے لال ہے

کس پردہ مین ہے آئینہ پرداز اے خدا
رحمت کہ عذرخواہ لب بے سوال ہے

ہے ہے خدا نخواستہ وہ اور دشمنی
اے شوق منفعل یہ تجھے کیا خیال ہے

مشکین لباس کعبہ علی کے قدم سے جان
ناف زمین ہے نہ کہ ناف غزال ہے

وحشت پہ میری عرصۂ آفاق تنگ تھا | دریا زمین کو عرقِ انفعال ہے

۱۳۲ هستی کے مت فریب مین آجائیو اسد
عالم تمام حلقۂ دام خیال ہے

تم اپنے شکوہ کی باتین نکھود کھود کے پوچھو | حذر کرو مرے دل سے کہ اسمین آگ دبی ہے

۱۳۳ دلا یہ درد و الم بھی تو مغتنم ہے کہ آخر
نہ گریۂ سحری ہے نہ آہ نیم شبی ہے

ایک جا حرف وفا لکھا تھا سو بھی مٹ گیا | ظاہرا کاغذ ترے خط کا غلط بردار ہے
جی جلے ذوق فنا کی ناتمامی پر نہ کیون | ہم نہین جلتے نفس ہرچند آتشبار ہے
آگ ہے پانی مین بجھتے وقت اوٹھتی ہے صدا | ہر کوئی درماندگی مین نالے سے ناچار ہے
ہے وہی بدمستی ہر ذرہ کا خود عذرخواہ | جسکے جلوے سے زمین تا آسمان سرشار ہے
مجھسے مت کہہ تو ہمین کہتا تھا اپنی زندگی | زندگی سے بھی مرا جی ان دنون بیزار ہے

آنکھ کی تصویر سرنامہ پہ کھینچی ہے کہ تا
تجھپہ کھلجاوے کہ اسکو حسرت دیدار ہے

پینس مین گذرتے ہین جو کوچے سے وہ میرے
۱۳۴ کندھا بھی کہارون کو بدلنے نہین دیتے

مری ہستی فضائے حیرت آباد تمنا ہے | جسے کہتے ہین نالہ وہ اسی عالم کا عنقا ہے
خزان کیا فصل گل کہتے ہین کسکو کوئی موسم ہو | وہی ہم ہین قفس ہے اور ماتم بال و پر کا ہے
وفائے دلبران ہے اتفاقی ورنہ اے ہمدم | اثر فریاد دلہائے حزین کا کسنے دیکھا ہے

۱۳۵ نہ لائی شوخیِ اندیشہ تاب رنج نومیدی
کف افسوس ملنا عہد تجدید تمنا ہے

رحم کر ظالم کہ کیا بود چراغ کشتہ ہے | نبض بیمار وفا دود چراغ کشتہ ہے

دلگی کی آرزو بیچین رکھتی ہے ہمین
ورنہ یان بیرونقی سود چراغ کشتہ ہے

۱۳۶

چشم خوبان خامشی مین بھی نواپرداز ہے
سرمہ تو کہوے کہ دود شعلۂ آواز ہے

پیکر عشاق ساز طالع ناساز ہے
نالہ گویا گردش سیارہ کی آواز ہے

دستگاہ دیدۂ خونبار مجنون دیکھنا
یک بیابان جلوۂ گل فرش پا انداز ہے

۱۳۷

عشق مجھکو نہین وحشت ہی سہی
میری وحشت تری شہرت ہی سہی

قطع کیجے نہ تعلق ہمسے
کچھہ نہین ہے تو عداوت ہی سہی

میرے ہونے مین ہے کیا رسوائی
اے وہ مجلس نہین خلوت ہی سہی

ہم بھی دشمن تو نہین ہین اپنے
غیر کو تجھسے محبت ہی سہی

اپنی ہستی ہی سے ہو جو کچھہ ہو
آگہی گر نہین غفلت ہی سہی

عمر ہرچند کہ ہے برق خرام
دل کے خون کرنیکی فرصت ہی سہی

ہم کوئی ترک وفا کرتے ہین
نہ سہی عشق مصیبت ہی سہی

کچھہ تو دے اے فلک ناانصاف
آہ و فریاد کی رخصت ہی سہی

ہم بھی تسلیم کی خو ڈالین گے
بے نیازی تری عادت ہی سہی

یار سے چھیڑ چلی جاے اسد
گر نہین وصل تو حسرت ہی سہی

۱۳۸

ہر آرمیدگی مین نکوہش بجا مجھے
صبح وطن ہے خندۂ دندان نما مجھے

ڈھونڈھے ہے اوس مغنی آتش نفس کو جی
جسکی صدا ہو جلوۂ برق فنا مجھے

مستانہ طے کرون ہون رہ وادی خیال
تا بازگشت سے نہ رہے مدعا مجھے

کرتا ہے بسکہ باغ مین تو بیحجابیان
آنے لگی ہے نکہت گل سے حیا مجھے

کھلتا کسی پہ کیوں مرے دل کا معاملہ
شعروں کے انتخاب نے رسوا کیا مجھے

۳۵ زندگی اپنی جب اس شکل سے گذری غالب
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ خدا رکھتے تھے

اوس بزم میں مجھے نہیں بنتی حیا کیے
بیٹھا رہا اگرچہ اشارے ہوا کیے

دل ہی تو ہے سیاست دربان سے ڈر گیا
میں اور جاؤں در سے ترے بن صدا کیے

رکھتا پھروں ہوں خرقہ و سجادہ رہن مے
مدت ہوئی ہے دعوت آب و ہوا کیے

بے صرفہ ہی گزرتی ہے ہو گرچہ عمر خضر
حضرت بھی کل کہینگے کہ ہم کیا کیا کیے

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم
تو نے وہ گنجہائے گرانمایہ کیا کیے

کس روز تہمتیں نہ تراشا کیے عدو
کس دن ہمارے سر پہ نہ آرے چلا کیے

صحبت میں غیر کی نہ پڑی ہو کہیں یہ خو
دینے لگا ہے بوسہ بغیر التجا کیے

ضد کی ہے اور بات مگر خو بری نہیں
بھولے سے اوسنے سیکڑوں وعدے وفا کیے

غالب تمہیں کہو کہ ملیگا جواب کیا
مانا کہ تم کہا کیے اور وہ سنا کیے

۳۶ رفتار عمر قطع رہ اضطراب ہے
اس سال کے حساب کو برق آفتاب ہے

مینائے مے ہے سرو نشاط بہار سے
بال تدرو جلوۂ موج شراب ہے

زخمی ہوا ہے پاشنہ پائے ثبات کا
نے بھاگنے کی گوں نہ اقامت کی تاب ہے

جاداد بادہ نوشی رنداں ہے شش جہت
غافل گماں کرے ہے کہ گیتی خراب ہے

نظارہ کیا حریف ہو اوس برق حسن کا
جوش بہار جلوہ کو جس کی نقاب ہے

میں نامراد دل کی تسلی کو کیا کروں
مانا کہ تیرے رخ سے نگہ کامیاب ہے

گزرا اسد مسرت پیغام یار سے
قاصد پہ مجھکو رشک سوال و جواب ہے

دیکھنا قسمت کہ آپ اپنے پہ رشک آجای ہی | ہین اوسے دیکھون بھلا کب مجھسے دیکھا جای ہی
ہاتھ دھو دل سے یہی گرمی گر اندیشہ مین ہی | آبگینہ تندی صہبا سے پگھلا جای ہی
غیر کو یارب وہ کیونکر منع گستاخی کرے | گر حیا بھی اوسکو آتی ہی تو شرما جای ہی
شوق کو یہ لت کہ ہر دم نالہ کھینچے جائیے | دل کی وہ حالت کہ دم لینے سے گھبرا جای ہی
دور چشم بد تری بزم طرب سے واہ واہ | نغمہ ہو جاتا ہی وان گر نالہ میرا جای ہی
گرچہ ہے طرز تغافل پردہ دار راز عشق | پر ہم ایسے کھوئے جاتے ہین کہ وہ پا جای ہی
اوسکی بزم آرائیان سنکر دل رنجور یان | مثل نقش مدعای غیر بیٹھا جای ہی
ہو کے عاشق وہ پری رخ اور نازک بنگیا | رنگ کھلتا جای ہی جتنا کہ اوڑتا جای ہی
نقش کو اوسکی مصور پر بھی کیا کیا ناز ہین | کھینچتا ہے جس قدر اوتنا ہی کھنچتا جای ہی

سایہ میرا مجھسے مثل دود بھاگی ہی اسد
پاس مجھ آتش بجان کے کس سے ٹھہرا جای ہی

۱۴۲
گر بہ فریاد رکھا شکل نہالی نے مجھے | تب امان ہجر مین دی برد لیالی نے مجھے
نسیہ و نقد دو عالم کی حقیقت معلوم | لے لیا مجھسے مری ہمت عالی نے مجھے
کثرت آرائی وحدت ہے پرستاری وہم | کر دیا کافر ان اصنام خیالی نے مجھے

ہوس گل کا تصور مین بھی کھٹکا نہ رہا
عجب آرام دیا بے پر و بالی نے مجھے

۱۴۳
کارگاہ ہستی مین لالہ داغ سامان ہے | برق خرمن راحت خون گرم دہقان ہی
غنچہ تا شگفتن ہا برگ عافیت معلوم | باوجود دلجمعی خواب گل پریشان ہے

ہمسے رنج بیتابی کس طرح اوٹھایا جاے
داغ پشت دست عجز شعلہ خس بدندان ہے

اوگ رہا ہی در و دیوار سے سبزہ غالب | ہم بیابان مین ہین اور گھر مین بہار آئی ہی

سادگی پر اوسکے مرجانیکی حسرت دلمین ہی
بس نہین چلتا کہ پھر خنجر کف قاتل مین ہی

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اوسنے کہا
مین نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دلمین ہی

گرچہ ہے کس کس برائی سے ولے بااین ہمہ
ذکر میرا مجھسے بہتر ہے کہ اوس محفل مین ہی

بس ہجوم ناامیدی خاک مین ملجائیگی
یہ جو اک لذت ہماری سعی بیحاصل مین ہی

رنج رہ کیون کھینچیے واماندگی کو عشق ہی
اوٹھ نہین سکتا ہمارا جو قدم منزل مین ہی

جلوہ زار آتش دوزخ ہمارا دل سہی
فتنۂ شور قیامت کسکی آب وگل مین ہے

ہی دل شوریدۂ غالب طلسم پیچ وتاب
رحم کر اپنی تمنا پر کہ کس مشکل مین ہی

۱۴۵

دل سے تری نگاہ جگر تک اوتر گئی
دونون کو اک ادا مین رضامند کر گئی

شق ہو گیا ہی سینہ خوشا لذت فراغ
تکلیف پردہ داری زخم جگر گئی

وہ بادۂ شبانہ کی سرمستیان کہان
اوٹھیے بس اب کہ لذت خواب سحر گئی

اوڑتی پھرے ہی خاک مری کوی یار مین
بارے اب اے ہوا ہوس بال وپر گئی

دیکھو تو دلفریبی انداز نقش پا
موج خرام یار بھی کیا گل کتر گئی

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروی شیوۂ اہل نظر گئی

نظارہ نے بھی کام کیا وان نقاب کا
مستی سے ہر نگہ ترے رخ پر بکھر گئی

فردا ودی کا تفرقہ یکبار مٹ گیا
کل تم گئے کہ ہمپہ قیامت گذر گئی

مارا زمانہ نے اسد اللہ خان تمہین
وہ ولولے کہان وہ جوانی کدھر گئی

۱۴۶

تسکین کو ہم نروئین جو ذوق نظر ملے
حوران خلد مین تری صورت مگر ملے

اپنی گلی مین مجھکو نکر دفن بعد قتل
میرے پتے سے خلق کو کیون تیرا گھر ملے

ساقی گری کی شرم کرو آج ورنہ ہم
ہرشب پیا ہی کرتے ہین مے جسقدر ملے

تجھسے تو کچھ کلام نہین لیکن اے ندیم
میرا سلام کہیو اگر نامہ بر ملے

تمکو بھی ہم دکھائین کہ مجنون نے کیا کیا
فرصت کشاکش غم پنہان سے گر ملے

لازم نہین کہ خضر کی ہم پیروی کرین
جانا کہ اک بزرگ ہمین ہمسفر ملے

اے ساکنان کوچۂ دلدار دیکھنا
تمکو کہین جو غالب آشفتہ سر ملے

۱۴۷

کوئی دن گر زندگانی اور ہے
اپنے جی مین ہمنے ٹھانی اور ہے

آتش دوزخ مین یہ گرمی کہان
سوز غمہاے نہانی اور ہے

بارہا دیکھی ہین انکی رنجشین
پر کچھ اب کی سرگرانی اور ہے

دیکے خط منھ دیکھتا ہے نامہ بر
کچھ تو پیغام زبانی اور ہے

قاطع اعمار ہین اکثر نجوم
وہ بلاے آسمانی اور ہے

ہو چکین غالب بلائین سب تمام
ایک مرگ ناگہانی اور ہے

۱۴۸

کوئی امید بر نہین آتی
کوئی صورت نظر نہین آتی

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیون رات بھر نہین آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی
اب کسی بات پر نہین آتی

جانتا ہون ثواب طاعت و زہد
پر طبیعت ادھر نہین آتی

ہے کچھ ایسی ہی بات جو چپ ہون
ورنہ کیا بات کر نہین آتی

کیون نہ چیخون کہ یاد کرتے ہین
میری آواز گر نہین آتی

داغ دل گر نظر نہین آتا
بو بھی اے چارہ گر نہین آتی

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی
کچھ ہماری خبر نہین آتی

مرتے ہین آرزو مین مرنے کی
موت آتی ہے پر نہین آتی

کعبہ کس منہہ سے جاؤ گے غالب
شرم تمکو مگر نہین آتی

۱۴۹

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے

ہم ہین مشتاق اور وہ بیزار
یا الٰہی یہ ماجرا کیا ہے

مین بھی منہہ مین زبان رکھتا ہون
کاش پوچھو کہ مدعا کیا ہے

جبکہ تجھ بن نہین کوئی موجود
پھر یہ ہنگامہ اے خدا کیا ہے

یہ پری چہرہ لوگ کیسے ہین
غمزہ و عشوہ و ادا کیا ہے

شکن زلف عنبرین کیون ہے
نگہ چشم سرمہ سا کیا ہے

سبزہ و گل کہان سے آئے ہین
ابر کیا چیز ہے ہوا کیا ہے

ہمکو ان سے وفا کی ہے امید
جو نہین جانتے وفا کیا ہے

ہان بھلا کر ترا بھلا ہوگا
اور درویش کی صدا کیا ہے

جان تم پر نثار کرتا ہون
مین نہین جانتا دعا کیا ہے

مین نے مانا کہ کچھ نہین غالب
مفت ہاتھ آئے تو برا کیا ہے

۱۵۰

کہتے تو ہو تم سب کہ بت غالیہ مو آئے
یک مرتبہ گھبرا کے کہو کوئی کہ وہ آئے

ہون کشمکش نزع مین ہان جذب محبت
کچھ کہہ نہ سکون پر وہ مرے پوچھنے کو آئے

ہے صاعقہ و شعلہ و سیماب کا عالم
آنا ہی سمجھ مین مری آتا نہین گو آئے

ظاہر ہے کہ گھبرا کے نہ بھاگین گے نکیرین
ہان منہہ سے مگر بادۂ دوشینہ کی بو آئے

جلاد سے ڈرتے ہین نہ واعظ سے جھگڑتے
ہم سمجھے ہوے ہین اوسے جس بھیس مین جو آئے

ہان اہل طلب کون سنے طعنۂ نا یافت
دیکھا کہ وہ ملتا نہین اپنی ہی کو کھو آئے

اپنا نہین وہ شیوہ کہ آرام سے بیٹھین
اوس در پہ نہین بار تو کعبہ ہی کو ہو آئے

کی ہمنفسون نے اثر گریہ مین تقریر
اچھے رہے آپ اوس سے مگر مجھکو ڈبو آے

۱۵۱
اوس انجمن ناز کی کیا بات ہے غالب
ہم بھی گئے وان اور تری تقدیر کو رو آئے

پھر کچھ اک دل کو بیقراری ہے
سینہ جویاے زخم کاری ہے

پھر جگر کھودنے لگا ناخن
آمد فصل لالہ کاری ہے

قبلۂ مقصد نگاہ نیاز
پھر وہی پردۂ عماری ہے

چشم دلال جنس رسوائی
دل خریدار ذوق خواری ہے

وہی صد رنگ نالہ فرسائی
وہی صد گونہ اشکباری ہے

دل ہواے خرام ناز سے پھر
محشرستان بیقراری ہے

جلوہ پھر عرض ناز کرتا ہے
روز بازار جانسپاری ہے

پھر اوسی بیوفا پہ مرتے ہین
پھر وہی زندگی ہماری ہے

قطعہ

پھر کھلا ہے در عدالت ناز
گرم بازار فوجداری ہے

ہو رہا ہے جہان مین اندھیر
زلف کی پھر سرشتہ داری ہے

پھر دیا پارۂ جگر نے سوال
ایک فریاد و آہ و زاری ہے

پھر ہوئے ہین گواہ عشق طلب
اشکباری کا حکم جاری ہے

دل و مژگان کا جو مقدمہ تھا
آج پھر اوسکی روبکاری ہے

۱۵۲
بیخودی بے سبب نہین غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

جنون تہمت کش تسکین نہو گر شادمانی کی
نمک پاش خراش دل ہے لذت زندگانی کی

کشاکش ہاے ہستی سے کرے کیا سعی آزادی
ہوئی زنجیر موج آب کو فرصت روانی کی

۱۵۳
پس از مردن بھی دیوانہ زیارتگاہ طفلان ہے
شرار سنگ نے تربت پہ میری گلفشانی کی

نکوہش ہے سزا فریادی بیداد دلبر کی
مبادا خندۂ دندان نما ہو صبح محشر کی

رگ لیلی کو خاک دشت مجنون ریشگی بخشے
اگر بووی بجای دانہ دہقان نوک نشتر کی

پر پروانہ شاید بادبان کشتی مے تھا
ہوئی مجلس کی گرمی سے روانی دور ساغر کی

کرون بیداد ذوق پرفشانی عرض کیا قدرت
کہ طاقت اوڑ گئی اوڑنے سے پہلے میرے شہپر کی

۱۵۴
کہانتک روؤن اوسکے خیمہ کے پیچھے قیامت ہے
مری قسمت مین یارب کیا نتھی دیوار پتھر کی

بے اعتدالیون سے سبک سب مین ہم ہوے
جتنے زیادہ ہوگئے اوتنے ہی کم ہوے

پنہان تھا دام سخت قریب آشیان کے
اوڑنے نپاے تھے کہ گرفتار ہم ہوے

ہستی ہماری اپنی فنا پہ دلیل ہے
یانتک مٹے کہ آپ ہم اپنی قسم ہوے

سختی کشان عشق کی پوچھے ہے کیا خبر
وہ لوگ رفتہ رفتہ سراپا الم ہوے

تیری وفا سے کیا ہو تلافی کہ دہر مین
تیرے سوا بھی ہمپہ بہت سے ستم ہوے

لکھتے رہے جنونکی حکایات خونچکان
ہرچند اسمین ہاتھ ہمارے قلم ہوے

اللہ ری تیری تندی خو جسکے بیم سے
اجزاے نالہ دلمین مرے رزق ہم ہوے

اہل ہوس کی فتح ہے ترک نبرد عشق
جو پاؤن اوٹھ گئے وہی اونکے علم ہوے

نالے عدم مین چند ہمارے سپرد تھے
جو وان نہ کھچ سکے سو وہ یان آکے دم ہوے

۱۵۵
چھوڑی اسد نہ ہمنے گدائی مین دل لگی
سائل ہوے تو عاشق اہل کرم ہوے

جو نہ نقد داغ دلکی کرے شعلہ پاسبانی
تو فسردگی نہان ہے بکمین بے زبانی

مجھے اوس سے کیا توقع بزمانہ جوانی
کبھی کودکی مین جسنے نسنے مری کہانی

۱۵۶

یون ہی دکھ کسیکو دینا نہین خوب ورنہ کہتا
کہ مرے عدو کو یارب ملے میری زندگانی

ظلمت کدہ مین میری شب غم کا جوش ہے
اک شمع ہے دلیل سحر سو خموش ہے

نے مژدۂ وصال نہ نظارۂ جمال
مدت ہوئی کہ آشتی چشم و گوش ہے

مے نے کیا ہے حسن خود آرا کو بے حجاب
اے شوق یان اجازت تسلیم ہوش ہے

گوہر کو عقد گردن خوبان مین دیکھنا
کیا اوج پر ستارۂ گوہر فروش ہے

دیدار بادہ حوصلہ ساقی نگاہ مست
بزم خیال میکدۂ بیخروش ہے

ق
اے تازہ واردان بساط ہوائے دل
زنہار اگر تمھین ہوس نای و نوش ہے

دیکھو مجھے جو دیدۂ عبرت نگاہ ہو
میری سنو جو گوش نصیحت نیوش ہے

ساقی بجلوہ دشمن ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش ہے

یا شب کو دیکھتے تھے کہ ہر گوشۂ بساط
دامان باغبان و کف گلفروش ہے

لطف خرام ساقی و ذوق صدای چنگ
یہ جنت نگاہ وہ فردوس گوش ہے

یا صبحدم جو دیکھیے آکر تو بزم مین
نے وہ سرور و سوز نہ جوش و خروش ہے

داغ فراق صحبت شب کی جلی ہوئی
اک شمع رہ گئی ہے سو وہ بھی خموش ہے

آتے ہین غیب سے یہ مضامین خیال مین
غالب صریر خامہ نوای سروش ہے

۱۵۷

آکہ مری جان کو قرار نہین ہے
طاقت بیداد انتظار نہین ہے

دیتے ہین جنت حیات دہر کے بدلے
نشہ باندازۂ خمار نہین ہے

گریہ نکالے ہے تیری بزم سے مجھکو
ہاے کہ رونے پہ اختیار نہین ہے

ہمسے عبث ہے گمان رنجش خاطر
خاک مین عشاق کی غبار نہین ہے

دل سے اوٹھا لطف جلوہ ہای معانی
غیر گل آئینہ بہار نہین ہے

قتل کا میرے کیا ہے عہد تو بارے
وائے اگر عہد استوار نہیں ہے

۱۵۸ تو نے قسم میکشی کی کھائی ہے غالب
تیری قسم کا کچھ اعتبار نہیں ہے

ہجوم غم سے یہاں تک سرنگونی مجھکو حاصل ہے
کہ تار دامن و تار نظر مین فرق مشکل ہے
رفوے زخم سے مطلب ہے لذت زخم سوزن کی
سمجھیو مت کہ پاس درد سے دیوانہ غافل ہے

۱۵۹ وہ گل جس گلستان مین جلوہ فرمائی کرے غالب
چٹکنا غنچۂ گل کا صدائے خندہ دل ہے

پا بدامن ہو رہا ہون بسکہ مین صحرا نورد
خار پا ہین جوہر آئینہ زانو مجھے
دیکھنا حالت مرے دل کی ہم آغوشی کے وقت
ہے نگاہ آشنا تیرا سر ہر مو مجھے

۱۶۰ ہون سراپا ساز آہنگ شکایت کچھ نہ پوچھ
ہے یہی بہتر کہ لوگون مین نہ چھیڑے تو مجھے

جس بزم مین تو ناز سے گفتار مین آوے
جان کالبد صورت دیوار مین آوے
سایہ کیطرح ساتھ پھرین سرو و صنوبر
تو اس قد دلکش سے جو گلزار مین آوے
تب ناز گرانمایگی اشک بجا ہے +
جب لخت جگر دیدۂ خونبار مین آوے
دے مجھکو شکایت کی اجازت کہ ستمگر
کچھ تجھکو مزا بھی مرے آزار مین آوے
اس چشم فسونگر کا اگر پاوے اشارا
طوطی کی طرح آئنہ گفتار مین آوے
کانٹون کی زبان سوکھ گئی پیاس سے یارب
اک آبلہ پا وادی پرخار مین آوے
مر جاؤن نہ کیون رشک سے جب وہ تن نازک
آغوش خم حلقۂ زنار مین آوے
غارتگر ناموس نہ ہو گر ہوس زر
کیون شاہد گل باغ سے بازار مین آوے
تب چاک گریبان کا مزا ہے دل نالان
جب اک نفس الجھا ہوا ہر تار مین آوے
آتشکدہ ہے سینہ مرا راز نہان سے
اے وائے اگر معرض اظہار مین آوے

گنجینۂ معنی کا طلسم اوس کو سمجھیے
جو لفظ کہ غالب مرے اشعار مین اوے
۱۶۱

حسن مہ گرچہ بہنگام کمال اچھا ہے — اوس سے میرا مہ خورشید جمال اچھا ہے
بوسہ دیتے نہین اور دل پہ ہے ہر لحظہ نگاہ — جی مین کہتے ہین کہ مفت آئے تو مال اچھا ہے
اور بازار سے لے آئے اگر ٹوٹ گیا — ساغر جم سے مرا جام سفال اچھا ہے
بے طلب دین تو مزا اوسمین سوا ملتا ہے — وہ گدا جسکو نہو خوے سوال اچھا ہے
اونکے دیکھے سے جو آجاتی ہے منہ پر رونق — وہ سمجھتے ہین کہ بیمار کا حال اچھا ہے
دیکھیے پاتے ہین عشاق بتون سے کیا فیض — اک برہمن نے کہا ہے کہ یہ سال اچھا ہے
ہمسخن تیشہ نے فرہاد کو شیرین سے کیا — جسطرح کا کہ کسی مین ہو کمال اچھا ہے
قطرہ دریا مین جو ملجاے تو دریا ہوجاے — کام اچھا ہے وہ جسکا کہ مآل اچھا ہے
خضر سلطان کو رکھے خالق اکبر سرسبز — شاہ کے باغ مین یہ تازہ نہال اچھا ہے

ہمکو معلوم ہے جنت کی حقیقت لیکن
دلکے خوش رکھنے کو غالب یہ خیال اچھا ہے
۱۶۲

نہ ہوئی گر مرے مرنے سے تسلی نہ سہی — امتحان اور بھی باقی ہو تو یہ بھی نہ سہی
خار خار الم حسرت دیدار تو ہے — شوق گلچین گلستان تسلی نہ سہی
مے پرستان خم مے منہ سے لگائے ہی بنے — ایکدن گر نہوا بزم مین ساقی نہ سہی
نفس قیس کہ ہے چشم و چراغ صحرا — گر نہین شمع سیہ خانۂ لیلی نہ سہی
ایک ہنگامہ پہ موقوف ہے گھر کی رونق — نوحۂ غم ہی سہی نغمۂ شادی نہ سہی
نہ ستایش کی تمنا نہ صلہ کی پروا — گر نہین ہین مرے اشعار مین معنی نہ سہی

عشرت صحبت خوبان ہی غنیمت سمجھو
نہوئی غالب اگر عمر طبیعی نہ سہی

۱۶۳
عجب نشاط سے جلاد کے چلے ہین ہم آگے — کہ اپنے سایہ سے سر پانو سے ہے دو قدم آگے
قضا نے تھا مجھے چاہا خراب بادہ الفت — فقط خراب لکھا بس نچل سکا قلم آگے
غم زمانہ نے جھاڑی نشاط عشق کی مستی — وگرنہ ہم بھی اوٹھاتے تھے لذت الم آگے
خدا کیواسطے داد اس جنون شوق کی دینا — کہ اوسکے در پہ پہونچتے ہین نامہ بر سے ہم آگے
یہ عمر بھر جو پریشانیان اوٹھائی ہین ہمنے — تمہارے آئیو اے طرہ ہای خم بخم آگے
دل و جگر مین پر افشان جو ایک موجہ خون ہے — ہم اپنے زعم مین سمجھے ہوے تھے اسکو دم آگے
قسم جنازہ پہ آنیکی میرے کھاتے ہین غالب — ہمیشہ کھاتے تھے جو میری جان کی قسم آگے

۱۶۴
شکوہ کے نام سے بے مہر خفا ہوتا ہے — یہ بھی مت کہہ کہ جو کہیے تو گلا ہوتا ہے
پر ہون مین شکوہ سے یون راگ سے جیسے باجا — اک ذرا چھیڑیے پھر دیکھیے کیا ہوتا ہے
گو سمجھتا نہین پر حسن تلافی دیکھو — شکوہ جور سے سر گرم جفا ہوتا ہے
عشق کی راہ مین ہے چرخ مکوکب کی وہ چال — سست رو جیسے کوئی آبلہ پا ہوتا ہے
کیون نہ ٹھہرین ہدف ناوک بیداد کہ ہم — آپ اوٹھا لاتے ہین گر تیر خطا ہوتا ہے
خوب تھا پہلے سے ہوتے جو ہم اپنے بدخواہ — کہ بھلا چاہتے ہین اور برا ہوتا ہے
نالہ جاتا تھا پرے عرش سے میرا اور اب — لب تک آتا ہے جو ایسا ہی رسا ہوتا ہے
خامہ میرا کہ وہ ہے باربد بزم سخن — شاہ کی مدح مین یون نغمہ سرا ہوتا ہے
اے شہنشاہ کواکب سپہ و مہر علم — تیرے اکرام کا حق کس سے ادا ہوتا ہے
سات اقلیم کا حاصل جو فراہم کیجے — تو وہ لشکر کا ترے نعل بہا ہوتا ہے
ہر مہینے مین جو یہ بدر سے ہوتا ہے ہلال — آستان پہ ترے مہ ناصیہ سا ہوتا ہے
مین جو گستاخ ہون آئین غزلخوانی مین — یہ بھی تیرا ہی کرم ذوق فزا ہوتا ہے
رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی مین معاف — آج کچھ درد مرے دل مین سوا ہوتا ہے

ہر ایک بات پہ کہتے ہو تم کہ تو کیا ہے
تمہین کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

نہ شعلہ مین یہ کرشمہ نہ برق مین یہ ادا
کوئی بتاؤ کہ وہ شوخ تندخو کیا ہے

یہ رشک ہے کہ وہ ہوتا ہے ہمسخن تمسے
وگرنہ خوف بد آموزی عدو کیا ہے

چپک رہا ہے بدن پر لہو سے پیراہن
ہماری جیب کو اب حاجت رفو کیا ہے

جلا ہے جسم جہان دل بھی جل گیا ہوگا
کریدتی ہو جو اب راکھ جستجو کیا ہے

رگون مین دوڑتے پھرنے کے ہم نہین قائل
جب آنکھ ہی سے نہ ٹپکا تو پھر لہو کیا ہے

وہ چیز جسکے لیے ہمکو ہو بہشت عزیز
سوائے بادۂ گلفام مشکبو کیا ہے

پیون شراب اگر خم بھی دیکھ لون دوچار
یہ شیشہ و قدح و کوزہ و سبو کیا ہے

رہی نہ طاقت گفتار اور اگر ہو بھی
تو کس امید پہ کہیے کہ آرزو کیا ہے

۱۶۶ ہوا ہے شہ کا مصاحب پھرے ہے اتراتا
وگرنہ شہر مین غالب کی آبرو کیا ہے

مین انہین چھیڑون اور کچھ نہ کہین
چل نکلتے جو مے پیے ہوتے

قہر ہو یا بلا ہو جو کچھ ہو
کاشکے تم مرے لیے ہوتے

میری قسمت مین غم گر اتنا تھا
دل بھی یا رب کئی دیے ہوتے

۱۶۷ آ ہی جاتا وہ راہ پر غالب
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

غیر لین محفل مین بوسے جام کے
ہم رہین یون تشنہ لب پیغام کے

خستگی کا تمسے کیا شکوہ کہ یہ
ہتکنڈے ہین چرخ نیلی فام کے

خط لکھینگے گرچہ مطلب کچھ نہ ہو
ہم تو عاشق ہین تمہارے نام کے

رات پی زمزم پہ مے اور صبحدم
دھوئے دھبے جامۂ احرام کے

دلکو آنکھون نے پھنسایا کیا مگر
یہ بھی حلقے ہین تمہارے دام کے

شاہ کی ہے غسل صحت کی خبر / دیکھیے کب دن پھریں حمام کے

۱۶۸
عشق نے غالب نکما کر دیا / ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

پھر اس انداز سے بہار آئی / کہ ہوئے مہر و مہ تماشائی
دیکھو اے ساکنانِ خطۂ خاک / اس کو کہتے ہیں عالم آرائی
کہ زمیں ہو گئی ہے سر تا سر / روکشِ سطحِ چرخِ مینائی
سبزہ کو جب کہیں جگہ نہ ملی / بن گیا روئے آب پر کائی
سبزہ و گل کے دیکھنے کے لیے / چشمِ نرگس کو دی ہے بینائی
ہے ہوا میں شراب کی تاثیر / بادہ نوشی ہے بادپیمائی

۱۶۹
کیوں نہ دنیا کو ہو خوشی غالب / شاہ دیندار نے شفا پائی

تغافل دوست ہوں میرا دماغِ عجز عالی ہے / اگر پہلو تہی کیجے تو جا میری بھی خالی ہے
رہا آباد عالم اہلِ ہمت کے نہ ہونے سے / بھرے ہیں جس قدر جام و سبو میخانہ خالی ہے

۱۷۰
کب وہ سنتا ہے کہانی میری / اور پھر وہ بھی زبانی میری
خلشِ غمزۂ خونریز نہ پوچھ / دیکھ خوننابہ فشانی میری
کیا بیاں کر کے مرا روئیں گے یار / مگر آشفتہ بیانی میری
ہوں ز خود رفتۂ بیدائے خیال / بھول جانا ہے نشانی میری
متقابل ہے مقابل میرا / رک گیا دیکھ روانی میری
قدرِ سنگِ سرِ رہ رکھتا ہوں / سخت ارزاں ہے گرانی میری
گرد بادِ رہِ بیتابی ہوں / صرصرِ شوق ہے بانی میری
دہن اس کا جو نہ معلوم ہوا / کھل گئی ہیچ مدانی میری

۱۷۱ھ
کر دیا ضعف نے عاجز غالب
ننگ پیری ہے جوانی میری

نقش ناز بت طناز بآغوش رقیب — پائے طاؤس پئے خامہ مانی مانگے
تو وہ بدخو کہ تحیر کو تماشا جانے — غم وہ افسانہ کہ آشفتہ بیانی مانگے

۱۷۲ھ
وہ تپ عشق تمنا ہے کہ پھر صورت شمع
شعلہ تا نبض جگر ریشہ دوانی مانگے

گلشن کو تری صحبت از بسکہ خوش آئی ہے — ہر غنچے کا گل ہونا آغوش کشائی ہے
واں کنگر استغنا ہر دم ہے بلندی پر — یاں نالے کو اور الٹا دعوائے رسائی ہے

۱۷۳ھ
از بسکہ سکھاتا ہے غم ضبط کے اندازے
جو داغ نظر آیا اک چشم نمائی ہے

جس زخم کی ہو سکتی ہو تدبیر رفو کی — لکھ دیجیو یا رب اسے قسمت میں عدو کی
اچھا ہے سر انگشت حنائی کا تصور — دل میں نظر آتی تو ہے اک بوند لہو کی

کیوں ڈرتے ہو عشاق کی بے حوصلگی سے
یاں تو کوئی سنتا نہیں فریاد کسو کی

دشنے نے کبھی منہ نہ لگایا ہو جگر کو — خنجر نے کبھی بات نہ پوچھی ہو گلو کی

۱۷۴ھ
صد حیف وہ ناکام کہ اک عمر سے غالب
حسرت میں رہے ایک بت عربدہ جو کے

سیماب پشت گرمی آئینہ دے ہے ہم — حیراں کیے ہوئے ہیں دل بے قرار کے

۱۷۵ھ
آغوش گل کشودہ برائے وداع ہے
اے عندلیب چل کہ چلے دن بہار کے

ہے وصل ہجر عالم تمکین و ضبط میں — معشوق شوخ و عاشق دیوانہ چاہیے

ادہر لب سی مل ہی جائیگا بوسہ کبھی توہان
شوقِ فضول و جرأتِ رندانہ چاہیے

۱۷۶

چاہیے اچھون کو جتنا چاہیے
یہ اگر چاہین تو پھر کیا چاہیے

صحبتِ رندان سی واجب ہی حذر
جای مے اپنے کو کھینچا چاہیے

چاہنے کو تیرے کیا سمجھا تھا دل
بارے اب اس سی بھی سمجھا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایامِ گل
کچھ ادہر کا بھی اشارا چاہیے

دوستی کا پردہ ہی بیگانگی
منہ چھپانا ہمسے چھوڑا چاہیے

دشمنی نے میری کھویا غیر کو
کسقدر دشمن ہے دیکھا چاہیے

اپنی رسوائی مین کیا چلتی ہی سعی
یار ہی ہنگامہ آرا چاہیے

منحصر مرنے پہ ہو جسکی امید
ناامیدی اوسکی دیکھا چاہیے

غافل ان مہ طلعتون کیواسطے
چاہنے والا بھی اچھا چاہیے

۱۷۷

چاہتے ہین خوبرویون کو اسد
آپ کی صورت تو دیکھا چاہیے

ہر قدم دوریِ منزل ہی نمایان مجھسے
میری رفتار سی بھاگی ہی بیابان مجھسے

درسِ عنوانِ تماشا بتغافل خوشتر
ہے نگہ رشتۂ شیرازۂ مژگان مجھسے

وحشتِ آتشِ دل سی شبِ تنہائی مین
صورتِ دود رہا سایہ گریزان مجھسے

غمِ عشاق نہو سادگی آموزِ بتان
کسقدر خانۂ آئینہ ہے ویران مجھسے

اثرِ آبلہ سی جادۂ صحرای جنون
صورتِ رشتۂ گوہر ہی چراغان مجھسے

بیخودی بسترِ تمہیدِ فراغت ہو جو
پر ہی سای کیطرح میرا شبستان مجھسے

شوقِ دیدار مین گر تو مجھے گردن مارے
ہو نگہ مثلِ گلِ شمع پریشان مجھسے

بیکسیہای شبِ ہجر کی وحشت ہی ہی
سایہ خورشیدِ قیامت مین ہی پنہان مجھسے

گردش ساغر صد جلوۂ رنگین تجھسے
آئینہ داری یک دیدۂ حیران مجھسے

۱۷۸
نگہِ گرم سے اک آگ ٹپکتی ہی اسد
ہی چراغان خس خاشاک گلستان مجھسے

نکتہ چین ہی غم دل اوسکو سنائی نہ بنے
کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

مین بولاتا تو ہون اوسکو مگر ای جذبۂ دل
اوس پہ بنجائی کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ ندی بھول نجائے
کاش یون بھی ہو کہ بن میری ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لیے یون ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا
ہاتھ آوین تو اونھین ہاتھ لگائے نہ بنے

کہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے
پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنی کہ اوٹھائی نہ بنے

موت کی راہ ندیکھون کہ بن آئے نرہے
تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اوٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

۱۷۹
عشق پر زور نہین ہی یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بنے

چاک کی خواہش اگر وحشت بعریانی کری
صبح کے مانند زخم دل گریبانی کرے

جلوہ کا تیر ہی وہ عالم ہے کہ گر کیجے خیال
دیدۂ دل کو زیارت گاہ حیرانی کرے

ہی شکستن سی بھی دل نومید یارب کب تلک
آبگینہ کوہ پر عرض گران جانی کرے

میکدہ گر چشم مست ناز سی پاوے شکست
موی شیشہ دیدۂ ساغر کی مژگانی کرے

۱۸۰
خط عارض سی لکھا ہی زلف کو الفت نے عہد
یکقلم منظور ہے جو کچھ پریشانی کرے

وہ آکے خواب مین تسکین اضطراب تو دے
ولے مجھے تپش دل مجال خواب تو دے

کرے ہے قتل لگاوٹ مین تیرا رو دینا
تری طرح کوئی تیغ نگہ کو آب تو دے

دکھا کے جنبش لب ہی تمام کر ہمکو
نہ دے جو بوسہ تو منہ سے کہین جواب تو دی

پلا دے اوک سے ساقی جو ہمسے نفرت ہے
پیالہ گر نہین دیتا نہ دی شراب تو دی

اسد خوشی سی مری ہاتہ پانون پہول گئی
کہا جو اوسنی ذرا میری پانون داب تو دی

۱۸۱

تپش سے میری وقف کشمکش ہر تار بستر ہے
مرا سر رنج بالین ہے مرا تن بار بستر ہے

سرشک سر بصحرا دادہ نور العین دامن ہے
دل بیدست و پا افتادہ برخوردار بستر ہے

خوشا اقبال رنجوری عیادت کو تم آئی ہو
فروغ شمع بالین طالع بیدار بستر ہے

بطوفان گاہ جوش اضطراب شام تنہائی
شعاع آفتاب صبح محشر تار بستر ہے

ابھی آتی ہے بو بالش سے اوسکی زلف مشکین کی
ہماری دید کو خواب زلیخا عار بستر ہے

کہون کیا دل کی کیا حالت ہے ہجر یار مین غالب
کہ بیتابی سے ہر یک تار بستر خار بستر ہے

۱۸۲

خطر ہے رشتۂ الفت رگ گردن نہ ہو جاوے
غرور دوستی آفت ہے تو دشمن نہ ہو جاوے

سمجھ اس فصل مین کوتاہی نشو و نما غالب
اگر گل سرو کی قامت پہ پیراہن نہ ہو جاوی

۱۸۳

فریاد کی کوئی لے نہین ہے
نالہ پابند نے نہین ہے

کیون بوتے ہین باغبان تونبی
گر باغ گدائے مے نہین ہے

ہرچند ہر ایک شے مین تو ہے
پر تجھسے تو کوئی شے نہین ہے

ہان کھائیو مت فریب ہستی
ہرچند کہین کہ ہے نہین ہے

شادی سے گذر کہ غم نہووے
اردی جو نہ ہو تو دی نہین ہے

کیون رد قدح کرے ہے زاہد
مے ہے یہ مگس کی قے نہین ہے

ہستی ہے نہ کچھ عدم ہے غالب
آخر تو کیا ہے اے نہین ہے

۱۸۴ پوچھ نسخہ مرہم جراحت دل کا
کہ اوس میں ریزۂ الماس جزو اعظم ہے

۱۸۵ بہت دنوں میں تغافل نے تیرے پیدا کی
وہ اک نگہ کہ بظاہر نگاہ سے کم ہے

ہم رشک کو اپنے بھی گوارا نہیں کرتے
مرتے ہیں ولے انکی تمنا نہیں کرتے

در پردہ انہیں غیر سے ہے ربط نہانی
ظاہر کا یہ پردا ہے کہ پردا نہیں کرتے

۱۸۶ یہ باعث نومیدی ارباب ہوس ہے
غالب کو برا کہتے ہو اچھا نہیں کرتے

کرے ہے بادہ ترے لب سے کسب رنگ فروغ
خط پیالہ سراسر نگاہ گلچیں ہے

کبھی تو اس دل شوریدہ کی بھی داد ملے
کہ ایک عمر سے حسرت پرست بالیں ہے

بجا ہے گر نہ سنے نالہاے بلبل زار
کہ گوش گل نم شبنم سے پنبہ آگیں ہے

۱۸۷ اسد ہے نزع میں چل بیوفا براے خدا
مقام ترک حجاب و وداع تمکیں ہے

کیوں نہ ہو چشم بتاں محو تغافل کیوں نہ ہو
یعنے اس بیمار کو نظارہ سے پرہیز ہے

مرتے مرتے دیکھنے کی آرزو رہ جائیگی
واے ناکامی کہ اوس کافر کا خنجر تیز ہے

۱۸۸ عارض گل دیکھ روے یار یاد آیا اسد
جوشش فصل بہاری اشتیاق انگیز ہے

دیا ہے دل اگر اوس کو بشر ہے کیا کہیے
ہوا رقیب تو ہو نامہ بر ہے کیا کہیے

یہ ضد کہ آج نہ آوے اور آئے بن نہ رہے
قضا سے شکوہ ہمیں کسقدر ہے کیا کہیے

رہے ہے یوں گہ و بیگہ کہ کوے دوست کو اب
اگر نہ کہیے کہ دشمن کا گھر ہے کیا کہیے

زہے کرشمہ کہ یوں دے رکھا ہے ہمکو فریب
کہ بن کہے ہی انہیں سب خبر ہے کیا کہیے

سمجھ کے کرتے ہیں بازار میں وہ پرسش حال
کہ یہ کہے کہ سر رہگذر ہے کیا کہیے

تمہین نہین سر رشتۂ وفا کا خیال ۔ ہمارے ہاتہ مین کچہہ ہر مگر ہے کیا کہیے
اونہین سوال پہ زعم جنون ہی کیون لڑئے ۔ ہمین جواب سے قطع نظر ہے کیا کہیے
حسد سزای کمال سخن ہے کیا کیجیے ۔ ستم بہاے متاع ہنر ہے کیا کہیے

۱۸۹
کہا کسی نے کہ غالب برا نہین لیکن
سوا ے اسکے کہ آشفتہ سر ہے کیا کہیے

دیکھکر در پردہ گرم دامن افشانی مجھے ۔ کر گئی وابستۂ تن میری عریانی مجھے
بنگیا تیغ نگاہ یار کا سنگ فسان ۔ مرحبا مین کیا مبارک ہر گرانجانی مجھے
کیون نہو بے التفاتی اوسکی خاطر جمع ہی ۔ جانتا ہر محو پرسشہاے پنہانی مجھے
میری غمخانے کی قسمت جب رقم ہونی لگی ۔ لکہدیا منجملۂ اسباب ویرانی مجھے
بدگمان ہوتا ہے وہ کافر نہوتا کاشکے ۔ اسقدر ذوق نواے مرغ بستانی مجھے
واے وان بھی شور محشر نے نہ دم لینے دیا ۔ لیگیا تہا گور مین ذوق تن آسانی مجھے
وعدہ آنیکا وفا کیجیے یہ کیا انداز ہے ۔ تمنے کیون سونپی ہر میرے گھر کی دربانی مجھے
ہان نشاط آمد فصل بہاری واہ واہ ۔ پھر ہوا ہر تازہ سوداے غزلخوانی مجھے

۱۹۰
دی مری بھائی کو حق نے از سر نو زندگی
میرزا یوسف ہر غالب یوسف ثانی مجھے

یاد ہے شادی مین بھی ہنگامۂ یارب مجھے ۔ سبحۂ زاہد ہوا ہے خندہ زیر لب مجھے
ہر کشادہ خاطر وابستہ در رہن سخن ۔ تہا طلسم قفل ابجد خانۂ مکتب مجھے
یارب اس آشفتگی کی داد کس سے چاہیے ۔ رشک آسایش پہ ہر زندانیونکی اب مجھے
طبع ہر مشتاق لذتہاے حسرت کیا کرون ۔ آرزو سے ہے شکست آرزو مطلب مجھے

دل لگاکر آپ بھی غالب مجھی سے ہوگئے
عشق سے آتے تھے مانع میرزا صاحب مجھے

حضور شاہ مین اہل سخن کی آزمایش ہے
چمن مین خوش نوایان چمن کی آزمایش ہی

قد و گیسو مین قیس و کوہکن کی آزمایش ہے
جہان ہم ہین وہان دار و رسن کی آزمایش ہے

کرینگے کوہکن کے حوصلہ کا امتحان آخر
ہنوز اوس خستہ کی نیروی تن کی آزمایش ہے

نسیم مصر کو کیا پیر کنعان کی ہوا خواہی
اوسی یوسف کی بوی پیرہن کی آزمایش ہے

وہ آیا بزم مین دیکھو نہ کہیو پھر کہ غافل تھے
شکیب و صبر اہل انجمن کی آزمایش ہے

رہے دل مین ہی تیر اچھا جگر کے پار ہو بہتر
غرض شست بت ناوک فگن کی آزمایش ہے

نہین کچھ سبحہ و زنار کے پھندے مین گیرائی
وفاداری مین شیخ و برہمن کی آزمایش ہے

پڑا رہ اے دل وابستہ بیتابی سے کیا حاصل
مگر پھر تاب زلف پرشکن کی آزمایش ہی

رگ و پی مین جب اوترے زہر غم تب دیکھیے کیا ہو
ابھی تو تلخی کام و دہن کی آزمایش ہے

وہ آوینگے مرے گھر وعدہ کیسا دیکھنا غالب
نئے فتنون مین اب چرخ کہن کی آزمایش ہے

۱۹۲

کبھی نیکی بھی اوسکے جی مین گر آجاے ہے مجھسے
جفائین کر کے اپنی یاد شرما جاے ہے مجھسے

خدایا جذبہ دل کی مگر تاثیر اولٹی ہے
کہ جتنا کھینچتا ہون اور کھنچتا جاے ہے مجھسے

وہ بدخو اور میری داستان عشق طولانی
عبارت مختصر قاصد بھی گھبرا جاے ہے مجھسے

اودھر وہ بدگمانی ہے ادھر یہ ناتوانی ہے
نہ پوچھا جاے ہے اوس سے نہ بولا جاے ہے مجھسے

سنبھلنے دے مجھے اے ناامیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جاے ہے مجھسے

تکلف برطرف نظارگی مین بھی سہی لیکن
وہ دیکھا جاے کب یہ ظلم دیکھا جاے ہے مجھسے

ہوے ہین پاون ہی پہلے نبرد عشق مین زخمی
نہ بھاگا جاے ہے مجھسے نہ ٹھہرا جاے ہے مجھسے

قیامت ہے کہ ہووے مدعی کا ہمسفر غالب
وہ کافر جو خدا کو بھی نہ سونپا جاے ہے مجھے

۱۹۳

زبسکہ مشق تماشا جنون علامت ہے
کشاد و بست مژہ سیلی ندامت ہے

سمجھا ہون کیونکہ ہے دل مین بدعہدی
تجھے کہ امید بھی ورطۂ ملامت ہے

بہ پیچ و تاب ہوس سلکِ عافیت مت توڑ
نگاہِ عجز سرِ رشتۂ سلامت ہے

۱۹۴
وفا مقابل و دعواے عشق بے بنیاد
جنون ساختہ و فصلِ گل قیامت ہے

لاغر اتنا ہون کہ گر تو بزم مین جا دے مجھے
میرا ذمہ دیکھ کر گر کوئی بتلا دے مجھے

کیا تعجب ہے کہ اوسکو دیکھکر آجاے رحم
وان تلک کوئی کسی حیلے سے پہونچا دے مجھے

منھ نہ دکھلاوے نہ دکھلا پر بانداز عتاب
کھول کر پردہ ذرا آنکھین ہی دکھلا دے مجھے

۱۹۵
یان تلک میری گرفتاری سے وہ خوش ہے کہ مین
زلف گر بنجاؤن تو شانے مین اولجھا دے مجھے

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے
ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے

اک کھیل ہے اورنگ سلیمان مرے نزدیک
اک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

جز نام نہین صورتِ عالم مجھے منظور
جز وہم نہین ہستیِ اشیا مرے آگے

ہوتا ہے نہان گرد مین صحرا مرے ہوتے
گھستا ہے جبین خاک پہ دریا مرے آگے

مت پوچھ کہ کیا حال ہے میرا ترے پیچھے
تو دیکھ کہ کیا رنگ ہے تیرا مرے آگے

سچ کہتے ہو خودبین و خودآرا ہون نہ کیون ہون
بیٹھا ہے بت آئنہ سیما مرے آگے

پھر دیکھیے انداز گل افشانی گفتار
رکھدے کوئی پیمانۂ صہبا مرے آگے

نفرت کا گمان گذرے ہے مین رشک سے گزرا
کیونکر کہون لو نام نہ اونکا مرے آگے

ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے

عاشق ہون پہ معشوق فریبی ہے مرا کام
مجنون کو برا کہتے ہے لیلا مرے آگے

خوش ہوتے ہین پر وصل مین یون مر نہین جاتے
آئی شب ہجران کی تمنا مرے آگے

ہے موجزن اک قلزم خون کاش یہی ہو
آتا ہے ابھی دیکھیے کیا کیا مرے آگے

گو ہاتھ کو جنبش نہین آنکھون مین تو دم ہے — رہنے دو ابھی ساغر و مینا مرے آگے

١٩٦
ہم پیشہ و ہم مشرب و ہمراز ہے میرا
غالب کو برا کیون کہو اچھا مرے آگے

کہون جو حال تو کہتے ہو مدعا کہیے — تمہین کہو کہ جو تم یون کہو تو کیا کہیے
نہ کہیو طعن سے پھر تم کہ ہم ستمگر ہین — مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے
وہ نیشتر سہی پر دل مین جب اوتر جاوے — نگاہ ناز کو پھر کیون نہ آشنا کہیے
نہین ذریعۂ راحت جراحت پیکان — وہ زخم تیغ ہے جس کو کہ دلکشا کہیے
جو مدعی بنے اوسکے نہ مدعی بنیے — جو ناسزا کہے اوسکو نہ ناسزا کہیے
کہین حقیقت جانکاہ مرض لکھیے — کہین مصیبت ناسازی دوا کہیے
کبھی شکایت رنج گران نشین کیجے — کہین حکایت صبر گریز پا کہیے
رہے نہ جان تو قاتل کو خونبہا دیجے — کٹے زبان تو خنجر کو مرحبا کہیے
نہین نگار کو الفت نہو نگار تو ہے — روانی روش و مستی ادا کہیے
نہین بہار کو فرصت نہو بہار تو ہے — طراوت چمن و خوبی ہوا کہیے

١٩٧
سفینہ جبکہ کنارے پہ آلگا غالب
خدا سے کیا ستم و جور ناخدا کہیے

رونے سے اور عشق مین بیباک ہو گئے — دھوئے گئے ہم اتنے کہ بس پاک ہو گئے
صرف بہائے مے ہوئے آلات میکشی — تھے یہ ہی دو حساب سو یون پاک ہو گئے
رسوائے دہر گو ہوئے آوارگی سے تم — بارے طبیعتون کے تو چالاک ہو گئے
کہتا ہے کون نالۂ بلبل کو بے اثر — پردے مین گل کے لاکھ جگر چاک ہو گئے
پوچھے ہے کیا وجود و عدم اہل شوق کا — آپ اپنی آگ کے خس و خاشاک ہو گئے
کرنے گئے تھے اوس سے تغافل کا ہم گلا — کی ایک ہی نگاہ کہ بس خاک ہو گئے

۱۹۸
اس رنگ سے اوٹھائی کل اونے اسد کی نعش
دشمن بھی جسکو دیکھکے غمناک ہوگئے

نشہ ہا شاداب رنگ و ساز ہا مست طرب
شیشۂ مے سروِ سبزِ جوئبارِ نغمہ ہے

۱۹۹
ہمنشیں مت کہہ کہ برہم کر نہ بزمِ عیشِ دوست
واں تو میرے نالہ کو بھی اعتبارِ نغمہ ہے

عرضِ نازِ شوخیِ دنداں برائے خندہ ہے
دعوئ جمعیتِ احباب جائے خندہ ہے

ہے عدم میں غنچہ محوِ عبرتِ انجامِ گل
یک جہاں زانو تامل در قفائے خندہ ہے

کلفتِ افسردگی کو عیشِ بیتابی حرام
ورنہ دنداں در دل افشردن بنائے خندہ ہے

۲۰۰
سوزشِ باطن کے ہیں احباب منکر ورنہ یاں
دل محیطِ گریہ و لب آشنائے خندہ ہے

حسن بے پروا خریدارِ متاعِ جلوہ ہے
آئینہ زانوئے فکرِ اختراعِ جلوہ ہے

۲۰۱
تاکجا اے آگہی رنگِ تماشا باختن
چشمِ وا گردیدہ آغوشِ وداعِ جلوہ ہے

جب تک دہانِ زخم نہ پیدا کرے کوئی
مشکل کہ تجھسے راہِ سخن وا کرے کوئی

عالم غبارِ وحشتِ مجنوں ہے سر بسر
کب تک خیالِ طرۂ لیلا کرے کوئی

افسردگی نہیں طرب انشائے التفات
ہاں درد بنکے دلمیں مگر جا کرے کوئی

رونے سے اے ندیم ملامت نہ کر مجھے
آخر کبھی تو عقدۂ دل وا کرے کوئی

چاکِ جگر سے جب رہِ پرسش نہ وا ہوئی
کیا فائدہ کہ جیب کو رسوا کرے کوئی

لختِ جگر سے ہے رگِ ہر خار شاخِ گل
تا چند باغبانیِ صحرا کرے کوئی

ناکامیِ نگاہ ہے برقِ نظارہ سوز
تو وہ نہیں کہ تجھکو تماشا کرے کوئی

ہر سنگ و خشت ہے صدفِ گوہرِ شکست
نقصاں نہیں جنوں سے جو سودا کرے کوئی

سر پر ہوئی نہ وعدۂ صبر آزما سے عمر
فرصت کہان کہ تیری تمنا کرے کوئی

ہے وحشتِ طبیعتِ ایجاد یاس خیز
یہ درد وہ نہین کہ نہ پیدا کرے کوئی

بیکاریِ جنون کو ہے سر پیٹنے کا شغل
جب ہاتھ ٹوٹ جائین تو پھر کیا کرے کوئی

حسنِ فروغِ شمعِ سخن دور ہے اسد
پہلے دلِ گداختہ پیدا کرے کوئی

۵۰۲ ابن مریم ہوا کرے کوئی
میرے دکھ کی دوا کرے کوئی

شرع و آئین پر مدار سہی
ایسے قاتل کا کیا کرے کوئی

چال جیسے کڑی کمان کا تیر
دل مین ایسے کہ جا کرے کوئی

بات پر وان زبان کٹتی ہے
وہ کہین اور سنا کرے کوئی

بک رہا ہون جنون مین کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

نہ سنو گر برا کہے کوئی
نہ کہو گر برا کرے کوئی

روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

کون ہے جو نہین ہے حاجتمند
کس کی حاجت روا کرے کوئی

کیا کیا خضر نے سکندر سے
اب کسے رہنما کرے کوئی

۵۰۳ جب توقع ہی اٹھ گئی غالب
کیون کسی کا گلا کرے کوئی

بہت سہی غمِ گیتی شراب کم کیا ہے
غلامِ ساقیِ کوثر ہون مجھکو کیا غم ہے

تمھاری طرز و روش جانتے ہین ہم کیا ہے
رقیب پر ہے اگر لطف تو ستم کیا ہے

۵۰۴ سخن مین خامۂ غالب کی آتش افشانی
یقین ہے ہمکو بھی لیکن اب اوسمین دم کیا ہے

باغ پا کر خفقانی یہ ڈراتا ہے مجھے
سایۂ شاخِ گل افعی نظر آتا ہے مجھے

جوہرِ تیغ بہ سر چشمۂ دیگر معلوم
ہون مین وہ سبزہ کہ زہراب اگاتا ہے مجھے

مدعا محوِ تماشائے شکستِ دل ہے
آئینہ خانے مین کوئی لیے جاتا ہے مجھے

نالہ سرمایۂ یک عالم و عالم کفِ خاک — آسمان بیضۂ قمری نظر آتا ہے مجھے
زندگی میں تو وہ محفل سے اٹھا دیتے تھے — دیکھوں اب مر گئے پر کون اٹھاتا ہے مجھے

قطعہ
روندی ہوئی ہے کوکبۂ شہریار کی — اترائے کیوں نہ خاک سرِ رہگزار کی
جب اس کے دیکھنے کے لیے آئیں بادشاہ — لوگوں میں کیوں نمود نہ ہو لالہ زار کی
بھوکے نہیں ہیں سیرِ گلستاں کے ہم ولے — کیونکر نہ کھائیے کہ ہوا ہے بہار کی

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے — بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے
ڈرے کیوں میرا قاتل کیا رہے گا اس کی گردن پر — وہ خوں جو چشمِ تر سے عمر بھر یوں دم بدم نکلے
نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن — بہت بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے
بھرم کھل جائے ظالم تیری قامت کی درازی کا — اگر اس طرۂ پر پیچ و خم کا پیچ و خم نکلے
مگر لکھوائے کوئی اس کو خط تو ہم سے لکھوائے — ہوئی صبح اور گھر سے کان پر رکھ کر قلم نکلے
ہوئی اس دور میں منسوب مجھ سے بادہ آشامی — پھر آیا وہ زمانہ جو جہاں میں جامِ جم نکلے
ہوئی جن سے توقع خستگی کی داد پانے کی — وہ ہم سے بھی زیادہ خستۂ تیغِ ستم نکلے
محبت میں نہیں ہے فرق جینے اور مرنے کا — اسی کو دیکھ کر جیتے ہیں جس کافر پہ دم نکلے

مقطع
کہاں میخانے کا دروازہ غالبؔ اور کہاں واعظ
پر اتنا جانتے ہیں کل وہ جاتا تھا کہ ہم نکلے

کوہ کے ہوں بارِ خاطر گر صدا ہو جائیے — بے تکلف اے شرارِ جستہ کیا ہو جائیے
بیضہ آسا ننگِ بال و پر ہے یہ کنجِ قفس — از سرِ نو زندگی ہو گر رہا ہو جائیے

مستی بہ ذوقِ غفلتِ ساقی ہلاک ہے — موجِ شراب یک مژۂ خوابناک ہے
جز زخمِ تیغِ ناز نہیں دل میں آرزو — جیبِ خیال بھی ترے ہاتھوں سے چاک ہے

جوشِ جنوں سے کچھ نظر آتا نہیں اسدؔ
صحرا ہماری آنکھ میں یک مشتِ خاک ہے

۲۰۸ھ
لبِ عیسیٰ کی جنبش کرتی ہے گہوارہ جنبانی
قیامت کشتۂ لعلِ بتاں کا خوابِ سنگیں ہے

آمدِ سیلابِ طوفانِ صدائے آب ہے
نقشِ پا جو کان میں رکھتا ہے انگلی جادہ سے

بزمِ مے وحشت کدہ ہے کس کی چشمِ مست کا
شیشے میں نبضِ پری پنہاں ہے موجِ بادہ سے

ہوں میں بھی تماشائیِ نیرنگِ تمنا
مطلب نہیں کچھ اس سے کہ مطلب ہی بر آوے

۲۰۹ھ
سیاہی جیسے گر جاوے دمِ تحریر کاغذ پر
مری قسمت میں یوں تصویر ہے شب ہائے ہجراں کی

ہجومِ نالہ حیرت عاجزِ عرضِ یک افغاں ہے
خموشی ریشۂ صد نیستاں سے خس بدنداں ہے

تکلف بر طرف ہے جاں ستاں تر لطفِ بدخویاں
نگاہِ بے حجابِ ناز تیغِ تیزِ عریاں ہے

ہوئی یہ کثرتِ غم سے تلف کیفیتِ شادی
کہ صبحِ عید مجھ کو بدتر از چاکِ گریباں ہے

دل و دیں نقد لا ساقی سے گر سودا کیا چاہے
کہ اس بازار میں ساغر متاعِ دست گرداں ہے

۲۱۰ھ
غمِ آغوشِ بلا میں پرورش دیتا ہے عاشق کو
چراغِ روشن اپنا قلزمِ صرصر کا مرجاں ہے

خموشی میں تماشا ادا نکلتی ہے
نگاہ دل سے ترے سرمہ سا نکلتی ہے

فشارِ تنگیِ خلوت سے بنتی ہے شبنم
صبا جو غنچے کے پردے میں جا نکلتی ہے

۲۱۱ھ
نہ پوچھ سینۂ عاشق سے آبِ تیغِ نگاہ
کہ زخمِ روزنِ در سے ہوا نکلتی ہے

جس جا نسیم شانہ کشِ زلفِ یار ہے
نافہ دماغِ آہوئے دشتِ تتار ہے

کس کا سراغِ جلوہ ہے حیرت کو اے خدا
آئینہ فرشِ شش جہتِ انتظار ہے

ہے ذرہ ذرہ تنگیِ جا سے غبارِ شوق
گر دام یہ ہے وسعتِ صحرا شکار ہے

دل مدعی و دیدہ بنا مدعا علیہ
نظارہ کا مقدمہ پھر روبکار ہے

چھڑکے ہے شبنم آئینۂ برگ گل پہ آب
اے عندلیب وقت وداع بہار ہے

پچ آ پڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے
وہ آئے یا نہ آئے پہ یان انتظار ہے

بے پردہ سوی وادی مجنون گذر نہ کر
ہر ذرہ کے نقاب مین دل بیقرار ہے

ای عندلیب یک کف خس بہر آشیان
طوفان آمد آمد فصل بہار ہے

دل مت گنوا خبر نہ سہی سیر ہی سہی
اے بے دماغ آئینہ تمثال دار ہے

۲۱۲
غفلت کفیل عمر و اسد ضامن نشاط
اے مرگ ناگہان تجھے کیا انتظار ہے

آئینہ کیون نہ دون کہ تماشا کہین جسے
ایسا کہان سے لاؤن کہ تجھسا کہین جسے

حسرت نے لا رکھا تری بزم خیال مین
گلدستۂ نگاہ سویدا کہین جسے

پھونکا ہے کس نے گوش محبت مین اے خدا
افسون انتظار تمنا کہین جسے

سر پر ہجوم درد غریبی سے ڈالیے
وہ ایک مشت خاک کہ صحرا کہین جسے

ہے چشم تر مین حسرت دیدار سے نہان
شوق عنان گسیختہ دریا کہین جسے

درکار ہے شگفتن گلہاے عیش کو
صبح بہار پنبۂ مینا کہین جسے

۲۱۳
غالب برا نمان جو واعظ برا کہے
ایسا بھی کوئی ہے کہ سب اچھا کہین جسے

شبنم بہ گل لالہ نہ خالی ز ادا ہے
داغ دل بے درد نظرگاہ حیا ہے

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار
آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

شعلے سے نہوتی ہوس شعلہ نے جو کی
جی کسقدر افسردگی دل پہ جلا ہے

تمثال مین تیری ہے وہ شوخی کہ بصد ذوق
آئینہ بہ انداز گل آغوش کشا ہے

قمری کف خاکستر و بلبل قفس رنگ
اے نالہ نشان جگر سوختہ کیا ہے

خون نے تو بھی افسردہ کیا وحشت دل کو
معشوقی و بے حوصلگی طرفہ بلا ہے

مجبوری و دعوائے گرفتاری الفت
دست تہ سنگ آمدہ پیمان وفا ہے

معلوم ہوا حال شہیدان گذشتہ
تیغ ستم آئینہ تصویر نما ہے +

اے پرتو خورشید جہانتاب ادھر بھی
سایہ کی طرح ہمپہ عجب وقت پڑا ہے

ناکردہ گناہونکی بھی حسرت کی ملی داد
یارب اگر ان کردہ گناہون سزا ہے

بیگانگی خلق سے بیدل نہو غالب
کوئی نہین تیرا تو مری جان خدا ہے

۲۱۴

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی
قسمت کھلی ترے قد و رخ کی ظہور کی

اک خونچکان کفن مین کروڑون بناؤ ہین
پڑتی ہے آنکھ تیرے شہیدون پہ حور کی

واعظ نہ تم پیو نہ کسیکو پلا سکو +
کیا بات ہے تمہاری شراب طہور کی

لڑتا ہے مجھسے حشر مین قاتل کہ کیون اوٹھا
گویا ابھی سنی نہین آواز صور کی

آمد بہار کی ہے جو بلبل ہے نغمہ سنج
اوڑتی سی اک خبر ہے زبانی طیور کی

گو وان نہین پہ وانکے نکالے ہوئے تو ہین
کعبہ سے ان بتونکو بھی نسبت ہے دور کی

کیا فرض ہے کہ سبکو ملے ایک سا جواب
آؤ نہ ہم بھی سیر کرین کوہ طور کی

گرمی سہی کلام مین لیکن نہ اسقدر
کی جس سے بات اوسنے شکایت ضرور کی

غالب گر اس سفر مین مجھے ساتھ لے چلین
حج کا ثواب نذر کرونگا حضور کی

۲۱۵ھ

غم کھانے مین بودا دل ناکام بہت ہے
یہ رنج کہ کم ہے مے گلفام بہت ہے

کہتے ہوئے ساقی سے حیا آتی ہے ورنہ
ہے یون کہ مجھے درد تہ جام بہت ہے

نے تیر کمان مین ہے نہ صیاد کمین مین
گوشے مین قفس کے مجھے آرام بہت ہے

کیا زہد کو مانون کہ نہو گرچہ ریائی +
پاداش عمل کی طمع خام بہت ہے

ہین اہل خرد کس روش خاص پہ نازان | پابستگی رسم و رہ عام بہت ہے
زمزم ہی پہ چھوڑو مجھے کیا طوف حرم سے | آلودہ بہ مے جامۂ احرام بہت ہے
ہے قہر گر اب بھی نہ بنے بات کہ اونکو | انکار نہین اور مجھے ابرام بہت ہے
خون ہو کے جگر آنکھ سے ٹپکا نہین اے مرگ | رہنے دے مجھے یان کہ ابھی کام بہت ہے

ہوگا کوئی ایسا بھی کہ غالب کو نہ جانے
شاعر تو وہ اچھا ہے پہ بدنام بہت ہے

۲۱۶

مدت ہوئی ہے یار کو مہمان کیے ہوئے | جوش قدح سے بزم چراغان کیے ہوئے
کرتا ہون جمع پھر جگر لخت لخت کو | عرصہ ہوا ہے دعوت مژگان کیے ہوئے
پھر وضع احتیاط سے رکنے لگا ہے دم | برسون ہوئے ہین چاک گریبان کیے ہوئے
پھر گرم نالہ ہاے شرر بار ہے نفس | مدت ہوئی ہے سیر چراغان کیے ہوئے
پھر پرسش جراحت دل کو چلا ہے عشق | سامان صد ہزار نمکدان کیے ہوئے
پھر بھر رہا ہے خامۂ مژگان بخون دل | ساز چمن طرازی دامان کیے ہوئے
باہم دگر ہوئے ہین دل و دیدہ پھر رقیب | نظارہ و خیال کا سامان کیے ہوئے
دل پھر طواف کوے ملامت کو جائے ہے | پندار کا صنم کدہ ویران کیے ہوئے
پھر شوق کر رہا ہے خریدار کی طلب | عرض متاع عقل و دل و جان کیے ہوئے
دوڑے ہے پھر ہر ایک گل و لالہ پر خیال | صد گلستان نگاہ کا سامان کیے ہوئے
پھر چاہتا ہون نامۂ دلدار کھولنا | جان نذر دلفریبی عنوان کیے ہوئے
مانگے ہے پھر کسی کو لب بام پر ہوس | زلف سیاہ رخ پہ پریشان کیے ہوئے
چاہے ہے پھر کسی کو مقابل مین آرزو | سرمے سے تیز دشنۂ مژگان کیے ہوئے
اک نوبہار ناز کو تاکے ہے پھر نگاہ | چہرہ فروغ مے سے گلستان کیے ہوئے
پھر جی مین ہے کہ در پہ کسی کے پڑے رہین | سر زیر بار منت دربان کیے ہوئے

جی

جی ڈھونڈتا ہے پھر وہی فرصت کہ رات دن
بیٹھے رہیں تصور جاناں کیے ہوئے

۲۱۷ ے

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیۂ طوفاں کیے ہوئے

نوید امن ہے بیداد دوست جاں کے لیے
رہی نہ طرز ستم کوئی آسماں کے لیے

بلا سے گر مژۂ یار تشنۂ خوں ہے +
رکھوں کچھ اپنی بھی مژگان خوں فشاں کے لیے

وہ زندہ ہم ہیں کہ ہیں روشناس خلق اے خضر
نہ تم کہ چور بنے عمر جاوداں کے لیے

رہا بلا میں بھی میں مبتلائے آفت رشک
بلائے جاں ہے ادا تیری اک جہاں کے لیے

فلک نہ دور رکھ اس سے مجھے کہ میں ہی نہیں
دراز دستی قاتل کے امتحاں کے لیے

مثال یہ مری کوشش کی ہے کہ مرغ اسیر
کرے قفس میں فراہم خس آشیاں کے لیے

گدا سمجھ کے وہ چپ تھا مری جو شامت آئے
اٹھا اور اٹھ کے قدم میں نے پاسباں کے لیے

بقدر شوق نہیں ظرف تنگنائے غزل
کچھ اور چاہیے وسعت مرے بیاں کے لیے

دیا ہے خلق کو بھی تا اسے نظر نہ لگے
بنا ہے عیش تجمل حسین خاں کے لیے

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لیے

نصیر دولت و دیں اور معین ملت و ملک
بنا ہے چرخ بریں جس کے آستاں کے لیے

زمانہ عہد میں اس کے ہے محو آرائش +
بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لیے

ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے +
سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے

ادائے خاص سے غالب ہوا ہے نکتہ سرا
صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لیے

تمام ہوئیں یہاں تک غزلیں دیوان غالب کی اب آگے قصائد اور قطعات ہیں

قصاید

ساز یکذرہ نہین فیض چمن سے بیکار | سایۂ لالۂ بیداغ سویدای بہار
مستی باد صبا سے ہے بعرض سبزہ | ریزۂ شیشۂ مے جوہر تیغ کہسار
سبز ہے جام زمرد کیطرح داغ پلنگ | تازہ ہے ریشۂ نارنج صفت روی شرار
مستی ابر سے گلچین طرب ہے حسرت | کہ اس آغوش مین ممکن ہے دو عالم کا فشار
کوہ و صحرا ہمہ معموری شوق بلبل | راہ خوابیدہ ہوی خندۂ گل سے بیدار
سونپی ہے فیض ہوا صورت مژگان یتیم | سرنوشت دو جہان ابر بیک سطر غبار
کاٹکے پھینکیے ناخن تو بانداز ہلال | قوت نامیہ اوسکو بھی نچھوڑے بیکار
کف ہر خاک بگردون شدہ قمری پرواز | دام ہر کاغذ آتش زدہ طاوس شکار
میکدے مین ہو اگر آرزوی گلچینی | بھول جا یک قدح بادہ بہ طاق گلزار
موج گل ڈھونڈ بخلوتکدۂ غنچۂ باغ | گم کرے گوشۂ میخانہ مین گر تو دستار
کھینچے گر مانی اندیشہ چمن کی تصویر | سبز مثل خط نوخیز ہو خط پرکار
لعل سے کی ہے پے زمزمۂ مدحت شاہ | طوطی سبزۂ کہسار نے پیدا منقار
وہ شہنشاہ کہ جسکی پے تعمیر سرا | چشم جبریل ہوی قالب خشت دیوار
فلک العرش ہجوم خم دوش مزدور | رشتۂ فیض ازل ساز طناب معمار
سبزۂ نہ چمن و یک خط پشت لب بام | رفعت ہمت صد عارف و یک اوج حصار
وان کی خاشاک سے حاصل ہو جسے یک پر کاہ | وہ رہے مروحۂ بال پری سے بیزار
خاک صحرای نجف جوہر سیر عرفا | چشم نقش قدم آئینۂ بخت بیدار
ذرہ اوس گرد کا خورشید کو آئینۂ ناز | گرد اوس دشت کی امید کو احرام بہار
آفرینش کو ہے وان سے طلب مستی ناز | عرض خمیازۂ ایجاد ہے ہر موج غبار

مطلع ثانی

فیض سے تیرے ہے اے شمع شبستان بہار
دل پروانہ چراغان پر بلبل گلزار

شکل طاؤس کرے آئینہ خانہ پرواز
ذوق مین جلوہ کے تیرے بہواے دیدار

تیری اولاد کے غم سے ہے بروے گردون
سلک اختر مین مہ نو مژہ گوہر بار

ہم عبادت کو ترا نقش قدم مہر نماز
ہم ریاضت کو ترے حوصلہ سے استظہار

مدح مین تیری نہان زمزمۂ نعت نبی
جام سے تیرے عیان بادۂ جوش اسرار

جوہر دست دعا آئینہ یعنے تاثیر
یکطرف نازش مژگان و دگر سو غم خار

مردمک سے ہو عزا خانۂ اقبال نگاہ
خاک در کی تری جو چشم نہو آئینہ دار

دشمن آل نبی کو بطرب خانۂ دہر
عرض خمیازۂ سیلاب ہو طاق دیوار

دیدہ تا دل اسد آئینۂ یک پرتو شوق
فیض معنی سے خط ساغر راقم سرشار

قصیدہ

دہر جز جلوۂ یکتائی معشوق نہین
ہم کہان ہوتے اگر حسن نہوتا خودبین

بیدلیہاے تماشا کہ نہ عبرت ہے نہ ذوق
بیکسیہاے تمنا کہ دنیا ہے نہ دین

ہرزہ ہے نغمۂ زیر و بم ہستی و عدم
لغو ہے آئینہ فرق جنون و تمکین

نقش معنی ہمہ خمیازۂ عرض صورت
سخن حق ہمہ پیمانۂ ذوق تحسین

لاف دانش غلط و نفع عبادت معلوم
درد یک ساغر غفلت ہے چہ دنیا و چہ دین

مثل مضمون وفا باد بدست تسلیم
صورت نقش قدم خاک بفرق تمکین

عشق بیربطی شیرازۂ اجزاے حواس
وصل زنگار رخ آئینۂ حسن یقین

کوہکن گرسنہ مزدور طربگاہ رقیب
بیستون آئینۂ خواب گران شیرین

کسنے دیکھا نفس اہل وفا آتش خیز
کسنے پایا اثر نالۂ دلہاے حزین

سامع زمزمۂ اہل جہان ہون لیکن
نہ سروبرگ ستایش نہ دماغ نفرین

کس قدر ہرزہ سرا ہون کہ عیاذاً باللہ
یک قلم خارج آداب وقار وتمکین

نقش لاحول لکھ اے خامۂ ہذیان تحریر
یا علی عرض کر اے فطرت وسواس قرین

مظہر فیض خدا جان ودل ختم رسل
قبلۂ آل نبی کعبۂ ایجاد یقین

ہو وہ سرمایۂ ایجاد جہان گرم خرام
ہر کف خاک ہے وان گردۂ تصویر زمین

جلوہ پرداز ہو نقش قدم اوسکا جس جا
وہ کف خاک ہے ناموس دو عالم کی امین

نسبت نام سے اوسکے ہے یہ رتبہ کہ رہے
ابداً پشت فلک خم شدۂ ناز زمین

فیض خلق اوسکا ہی شامل ہے کہ ہوتا ہے سدا
بوے گل سے نفس باد صبا عطر آگین

برش تیغ کا اوسکی ہے جہان مین چرچا
قطع ہو جاے نہ سر رشتۂ ایجاد کہین

کفر سوز اوسکا وہ جلوہ ہے کہ جس سے ٹوٹے
رنگ عاشق کیطرح رونق بتخانۂ چین

جان پناہا دل وجان فیض رسانا شاہا
وصی ختم رسل تو ہے بفتواے یقین

جسم اطہر کو ترے دوش پیمبر منبر
نام نامی کو ترے ناصیۂ عرش نگین

کس سے ممکن ہے تری مدح بغیر از واجب
شعلۂ شمع مگر شمع پہ باندھے آئین

آستان پر ہے ترے جوہر آئینۂ سنگ
رقم بندگی حضرت جبریل امین

تیرے در کے لیے اسباب نثار آمادہ
خاکیون کو جو خدا نے دیے جان ودل ودین

تیری مدحت کے لیے ہین دل وجان کام وزبان
تیری تسلیم کو ہین لوح وقلم دست وجبین

کس سے ہو سکتی ہے مداحی ممدوح خدا
کس سے ہو سکتی ہے آرایش فردوس برین

جنس بازار معاصی اسد اللہ اسد
کہ سوا تیرے کوئی اوسکا خریدار نہین

شوخی عرض مطالب مین ہے گستاخ طلب
ہے ترے حوصلۂ فضل پہ از بسکہ یقین

دے دعا کو مری وہ مرتبۂ حسن قبول
کہ اجابت کہے ہر حرف پہ سو بار آمین

غم شبیر سے ہو سینہ یہان تک لبریز
کہ رہین خون جگر سے مری آنکھین رنگین

طبع کو الفتِ دُلدُل مین یہ سرگرمیِ شوق
کہ جہانتک چلے اوس سے قدم اور مجھسے جبین

دلِ الفت نسب و سینۂ توحید فضا
نگہِ جلوہ پرست و نفسِ صدق گزین

صرفِ اعدا اثرِ شعلہ و دودِ دوزخ
وقفِ احباب گل و سنبلِ فردوسِ برین

قصیدہ

ہان مہِ نو سنین ہم اوسکا نام
جسکو تو جھک کے کر رہا ہی سلام

دو دن آیا ہے تو نظر دمِ صبح
یہی انداز اور یہی اندام

بارے دو دن کہان رہا غائب
بندہ عاجز ہے گردشِ ایام

اوڑکے جاتا کہان کہ تارون کا
آسمان نے بچھا رکھا تھا دام

مرحبا اے سرورِ خاصِ خواص
حبذا اے نشاطِ عامِ عوام

عذر مین تین دن نہ آنے کے
لیکے آیا ہے عید کا پیغام

اوسکو بھولا نچاہیے کہنا
صبح جو جاے اور آئے شام

ایک مین کیا کہ سب نے جان لیا
تیرا آغاز اور ترا انجام

رازِ دل مجھسے کیون چھپاتا ہے
مجھکو سمجھا ہے کیا کہین نمّام

جانتا ہون کہ آج دنیا مین
ایک ہی ہے امیدگاہِ انام

مین نے مانا کہ تو ہے حلقہ بگوش
غالب اوسکا مگر نہین ہی غلام

جانتا ہون کہ جانتا ہے تو
تب کہا ہے بطرزِ استفہام

مہرِ تابان کو ہو تو ہو اے ماہ
قرب ہر روزہ برسبیلِ دوام

تجھکو کیا پایہ روشناسی کا
جز بتقریبِ عیدِ ماہِ صیام

جانتا ہون کہ اوسکے فیض سے تو
پھر بنا چاہتا ہے ماہِ تمام

ماہ بن ماہتاب بن مین کون
مجکو کیا بانٹ دیگا تو انعام

میرا اپنا جدا معاملہ ہے
اور کی لین دین سے کیا کام

ہے مجھے آرزوے بخشش خاص
گر تجھے ہے امید رحمت عام

جو کہ بخشیگا تجھکو فر فروغ
کیا نہ دیگا مجھے مے گلفام

جب کہ چودہ منازل فلکی
کر چکی قطع تیری تیزی گام

تیرے پرتو سے ہون فروغ پذیر
کوئی و مشکوی و صحن و منظر و بام

دیکھنا میرے ہاتھہ مین لبریز
اپنی صورت کا اک بلورین جام

پھر غزل کی روش پہ چل نکلا
توسن طبع چاہتا تھا لگام

غزل

زہر غم کر چکا تھا میرا کام
تجکو کسنے کہا کہ ہو بدنام

مے ہی پھر کیون نہ مین پیے جاؤن
غم سے جب ہوگئی ہو زیست حرام

بوسہ کیسا یہی غنیمت ہے
کہ نہ سمجھین وہ لذت دشنام

کعبہ مین جا بجاینگے ناقوس
اب تو باندھا ہے دیر مین احرام

اوس قدح کا ہے دور مجکو نقد
چرخ نے لی ہے جس سے گردش وام

بوسہ دینے مین اونکو ہے انکار
دل کے لینے مین جنکو تھا ابرام

چھیڑتا ہون کہ اونکو غصہ آے
کیون رکھون ورنہ غالب اپنا نام

کہہ چکا مین تو سب کچھہ اب تو کہہ
اے پری چہرہ پیک تیز خرام

کون ہے جسکے در پہ ناصیہ سا
ہین مہ و مہر و زہرہ و بہرام

تو نہین جانتا تو مجھسے سن
نام شاہنشہ بلند مقام

قبلۂ چشم و دل بہادر شاہ — مظہر ذوالجلال والاکرام
شہسوار طریقۂ انصاف — نوبہار حدیقۂ اسلام
جسکا ہر فعل صورت اعجاز — جس کا ہر قول معنی الہام
بزم مین میزبان قیصر و جم — رزم مین اوستاد رستم و سام
اے ترا لطف زندگی افزا — اے ترا عہد فرخی فرجام
چشم بد دور خسروانہ شکوہ — لوحش اللہ عارفانہ کلام
جان نثارون مین تیرے قیصر روم — جرعہ خوارون مین تیرے مرشد جام
وارث ملک جانتے ہین تجھے — ایرج و تور و خسرو و بہرام
زور بازو مین مانتے ہین تجھے — گیو و گودرز و بیژن و رہام
مرحبا موشگافی ناوک — آفرین آبداری صمصام
تیر کو تیرے تیر غیر ہدف — تیغ کو تیرے تیغ خصم نیام
رعد کا کر رہی ہے کیا دم بند — برق کو دے رہا ہے کیا الزام
تیرے فیل گران جسد کی صدا — تیرے رخش سبک عنان کا خرام
فن صورتگری مین تیرا گرز — گر نہ رکھتا ہو دستگاہ تمام
اوسکے مضروب کے سر و تن سے — کیون نمایان ہو صورت ادغام
جب ازل مین رقم پذیر ہوے — صفحہ ہائے لیالی و ایام
اور اون اوراق مین بکلک قضا — مجملاً مندرج ہوے احکام
لکھدیا شاہدون کو عاشق کش — لکھدیا عاشقون کو دشمن کام
آسمان کو کہا گیا کہ کہین — گنبد تیز گرد نیلی فام
حکم ناطق لکھا گیا کہ لکھین — خال کو دانہ اور زلف کو دام
آتش و آب و باد و خاک نے لی — وضع سوز و نم و رم و آرام

مہر رخشان کا نام خسرو روز　　ماہ تابان کا اسم شحنۂ شام

تیری توقیع سلطنت کو بہی　　دے بدستور صورت ارقام

کاتب حکم نے بموجب حکم　　اوس رقم کو دیا طراز دوام

ہے ازل سے روائی آغاز

ہو ابد تک رسائی انجام

قصیدہ

صبحدم دروازۂ خاور کہلا　　مہر عالمتاب کا منظر کہلا

خسرو انجم کے آیا صرف مین　　شب کو تہا گنجینۂ گوہر کہلا

وہ بہی تہی اک سیمیا کی سی نمود　　صبح کو راز مہ و اختر کہلا

ہین کواکب کچہہ نظر آتی ہین کچہہ　　دیتی ہین دہوکا یہ بازیگر کہلا

سطح گردون پر پڑا تہا رات کو　　موتیون کا ہر طرف زیور کہلا

صبح آیا جانب مشرق نظر　　اک نگار آتشین رخ سر کہلا

تہی نظر بندی کیا جب رد سحر　　بادۂ گلرنگ کا ساغر کہلا

لا کے ساقی نے صبوحی کے لیے　　رکہہ دیا ہے ایک جام زر کہلا

بزم سلطانی ہوئی آراستہ　　کعبۂ امن و امان کا در کہلا

تاج زرین مہر تابان سے سوا　　خسرو آفاق کے منہ پر کہلا

شاہ روشندل بہادر شہ کہ ہے　　راز ہستی اوسپہ سرتاسر کہلا

وہ کہ جسکی صورت تکوین مین　　مقصد نہ چرخ و ہفت اختر کہلا

وہ کہ جسکی ناخن تاویل سے　　عقدۂ احکام پیغمبر کہلا

پہلے دارا کا نکل آیا ہے نام　　اوسکے سرہنگون کا جب دفتر کہلا

روشناسونکی جہان فہرست ہے
وان لکھا ہے چہرۂ قیصر کھلا

توسن شہ مین ہے وہ خوبی کہ جب
تھان سے وہ غیرت صرصر کھلا

نقش پا کی صورتین وہ دلفریب
تو کہے بتخانۂ آذر کھلا

مجھپہ فیض تربیت سے شاہ کے
منصب مہر و مہ و محور کھلا

لاکھ عقدے دل مین تھے لیکن ہر ایک
میری حد وسع سے باہر کھلا

تھا دل وابستہ قفل بے کلید
کسنے کھولا کب کھلا کیونکر کھلا

باغ معنی کی دکھاؤنگا بہار
مجھسے گر شاہ سخن گستر کھلا

ہو جہان گرم غزلخوانی نفس
لوگ جانین طبلۂ عنبر کھلا

غزل

کنج مین بیٹھا رہون یون پر کھلا
کاشکے ہوتا قفس کا در کھلا

ہم پکارین اور کھلے یون کون جائے
یار کا دروازہ پاوین گر کھلا

ہم کو ہے اس رازداری پر گھمنڈ
دوست کا ہے راز دشمن پر کھلا

واقعی دلپر بھلا لگتا تھا داغ
زخم لیکن داغ سے بہتر کھلا

ہاتھ سے رکھدی کب ابرو نے کمان
کب کمر سے غمزہ کے خنجر کھلا

مفت کا کسکو برا ہے بدرقہ
رہروی مین پردۂ رہبر کھلا

سوز دل کا کیا کرے باران اشک
آگ بھڑکی مینھ اگر دم بھر کھلا

نامہ کے ساتھ آگیا پیغام مرگ
رہ گیا خط میری چھاتی پر کھلا

دیکھیو غالب سے گر الجھا کوئی
ہے ولی پوشیدہ اور کافر کھلا

پھر ہوا مدحت طرازی کا خیال
پھر مہ و خورشید کا دفتر کھلا

خامہ نے پائی طبیعت سے مدد — بادباں بھی اٹھتے ہی لنگر کھلا
مدح سے ممدوح کی دیکھی شکوہ — یاں عرض سے رتبۂ جوہر کھلا
مہر کانپا چرخ چکر کھا گیا — بادشہ کا رایت لشکر کھلا
بادشہ کا نام لیتا ہے خطیب — اب علو پایۂ منبر کھلا
سکۂ شہ کا ہوا ہے روشناس — اب عیار آبروے زر کھلا
شاہ کے آگے دھرا ہے آئینہ — اب مآل سعی اسکندر کھلا
ملک کے وارث کو دیکھا خلق نے — اب فریب طغرل و سنجر کھلا
ہو سکے کیا مدح ہاں اک نام ہے — دفتر مدح جہان داور کھلا
فکر اچھی پر ستائش ناتمام — عجز اعجاز ستائش گر کھلا
جانتا ہوں ہے خط لوح ازل — تم پہ اے خاقان نام آور کھلا

تم کرو صاحب قرانی جب تلک
ہے طلسم روز و شب کا در کھلا

در صفت انبہ

ہاں دل درد مند زمزمہ ساز — کیوں نہ کھولے در خزینۂ راز
خامے کا صفحے پہ رواں ہونا — شاخ گل کا ہے گل فشاں ہونا
مجھ سے کیا پوچھتا ہے کیا لکھیے — نکتہ ہائے خرد فزا لکھیے
بارے آموں کا کچھ بیاں ہو جائے — خامہ نخل رطب فشاں ہو جائے
آم کا کون مرد میدان ہے — ثمر و شاخ گوے و چوگاں ہے
تاک کے جی میں کیوں رہے ارماں — آئے یہ گوے اور یہ میداں
آم کے آگے پیش جاوے خاک — پھوڑتا ہے جلے پھپھولے تاک

نچلا جب اس طرح مقدور / بادۂ ناب بن گیا انگور +
یہ بھی ناچار جی کا کھونا ہے / شرم سے پانی پانی ہونا ہے
مجھ سے پوچھو تمہیں خبر کیا ہے / آم کے آگے نیشکر کیا ہے
نہ گل اوس میں نہ شاخ و برگ نہ بار / جب خزان آئی تب ہوا اوسکی بہار
اور دوڑائیے قیاس کہان / جان شیرین مین یہ مٹھاس کہان
جان مین ہوتی گر یہ شیرینی / کوہکن باوجود غمگینی
جان دینے مین اوسکو یکتا جان / پر وہ یون سہل دے نسکتا جان
نظر آتا ہے یون مجھے یہ ثمر / کہ دواخانۂ ازل مین مگر
آتش گل پہ قند کا ہے قوام / شیرہ کی تار کا ہے ریشہ نام
یا یہ ہوگا کہ فرط رافت سے / باغبانون نے باغ جنت سے
انگبین کے بحکم رب الناس / بھر کے بھیجے ہین سر بمہر گلاس
یا لگا کر خضر نے شاخ نبات / مدتون تک دیا ہے آب حیات
تب ہوا ہے ثمر فشان یہ نخل / ہم کہان ورنہ اور کہان یہ نخل
تھا ترنج زر ایک خسرو پاس / رنگ کا زرد پر کہان بو باس
آم کو دیکھتا اگر یکبار + / پھینکدیتا طلاے دست افشار
رونق کارگاہ برگ و نوا / نازش دودمان آب و ہوا
رہرو راہ خلد کا توشہ / طوبے و سدرہ کا جگرگوشہ
صاحب شاخ و برگ و بار ہے آم / ناز پروردہ بہار ہے آم
خاص وہ آم جو نہ ارزان ہو / نو بر نخل باغ سلطان ہو
وہ کہ ہے والی ولایت عہد / عدل سے اوسکے ہے حمایت عہد
فخر دین عز شان جاہ و جلال / زینت طینت و جمال کمال

کارفرمائے دین و دولت و بخت
چہرہ آرائے تاج و مسند و تخت

سایہ اوسکا ہما کا سایہ ہے
خلق پر وہ خدا کا سایہ ہے

اے مفیض وجود سایہ و نور
جب تلک ہے نمود سایہ و نور

اس خداوند بندہ پرور کو
وارث گنج و تخت و افسر کو

شاد و دلشاد و شادمان رکھیو
اور غالب پہ مہربان رکھیو

قطعات

ای شہنشاہ فلک منظر بے مثل و نظیر
ای جہاندار کرم شیوۂ بے شبہ و عدیل

پاؤن سے تیرے ملے فرق ارادت اورنگ
فرق سے تیرے کرے کسب سعادت اکلیل

تیرا انداز سخن شانۂ زلف الہام
تیری رفتار قلم جنبش بال جبریل

تجھسے عالم پہ کھلا رابطۂ قرب کلیم
تجھسے دنیا مین بچھا مائدۂ بذل خلیل

بہ سخن اوج دہ مرتبۂ معنی و لفظ
بکرم داغ نہ ناصیۂ قلزم و نیل

تا ترے وقت مین ہو عیش و طرب کی توفیر
تا ترے عہد مین ہو رنج و الم کی تقلیل

ماہ نے چھوڑ دیا ثور سے جانا باہر
زہرہ نے ترک کیا حوت سے کرنا تحویل

تیری دانش مری اصلاح مفاسد کی رہین
تیری بخشش مری انجاح مقاصد کی کفیل

تیرا اقبال ترحم مرے جینے کی نوید
تیرا انداز تغافل مرے مرنیکی دلیل

بخت ناساز نے چاہا کہ نہ دے مجھکو امان
چرخ کجباز نے چاہا کہ کرے مجھکو ذلیل

پیچھے ڈالی ہے سر رشتۂ اوقات مین گانٹھ
پہلے ٹھونکی ہے بن ناخن تدبیر مین کیل

تپش دل نہین بے رابطۂ خوف عظیم
کشش دم نہین بے ضابطۂ جر ثقیل

در معنی سے مرا صفحہ لقا کی ڈارھی
غم گیتی سے مرا سینہ عمرو کی زنبیل

فکر میری گہر اندوز اشارات کثیر — کلک میری رقم آموز عبارات قلیل

میرے ابہام پہ ہوتی ہے تصدق توضیح — میرے اجمال سے کرتی ہے تراوش تفصیل

نیک ہوتی مری حالت تو نہ دیتا تکلیف — جمع ہوتی مری خاطر تو نہ کرتا تعجیل

قبلہ کون و مکاں خستہ نوازی میں یہ دیر
کعبہ امن و اماں عقدہ کشائی میں یہ ڈھیل

ایضاً

گئے وہ دن کہ نادانستہ غیروں کی وفاداری — کیا کرتے تھے تم تقریر ہم خاموش رہتے تھے

بس اب بگڑے پہ کیا شرمندگی جانے دو مل جاؤ
قسم لو ہم سے گر یہ بھی کہیں کیوں ہم نہ کہتے تھے

کلکتے کا جو ذکر کیا تو نے ہمنشیں — اک تیر میرے سینے میں مارا کہ ہائے ہائے

وہ سبزہ زار ہائے مطرا کہ ہے غضب — وہ نازنیں بتان خود آرا کہ ہائے ہائے

صبر آزما وہ انکی نگاہیں کہ حف نظر — طاقت ربا وہ انکا اشارا کہ ہائے ہائے

وہ میوہ ہائے تازہ و شیریں کہ واہ واہ
وہ بادہ ہائے ناب گوارا کہ ہائے ہائے

در مدح ڈلی

ہے جو صاحب کے کف دست پہ یہ چکنی ڈلی — زیب دیتا ہے اسے جس قدر اچھا کہیے

خامہ انگشت بدنداں کہ اسے کیا لکھیے — ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

مہر مکتوب عزیزان گرامی لکھیے — حرز بازوئے شگرفان خود آرا کہیے

مسی آلودہ سر انگشت حسینان لکھیے — داغ طرف جگر عاشق شیدا کہیے

خاتم دست سلیمان کے مشابہ لکھیے
سر پستان پریزاد سے مانا کہیے

اختر سوختۂ قیس سے نسبت دیجے
خال مشکین رخ دلکش لیلا کہیے

حجر الاسود دیوار حرم کیجے فرض
نافہ آہوے بیابان ختن کا کہیے

وضع مین اوسکو اگر سمجھیے قاف تریاق
رنگ مین سبزۂ نوخیز مسیحا کہیے

صومعی مین اسے ٹھہرائیے گر مہر نماز
میکدے مین اسے خشت خم صہبا کہیے

کیون اسی قفل در گنج محبت لکھیے
کیون اسے نقطۂ پرکار تمنا کہیے

کیون اسے گوہر نایاب تصور کیجے
کیون اسے مردمک دیدۂ عنقا کہیے

کیون اسے تکمۂ پیراہن لیلا لکھیے
کیون اسے نقش پئے ناقۂ سلما کہیے

بندہ پرور کے کف دست کو دل کیجے فرض
اور اس چکنی سپاری کو سویدا کہیے

قطعہ

نپوچھ اسکی حقیقت حضور والا نے
مجھے جو بھیجی ہے بیسن کی روغنی روٹی

نہ کھاتے گیہون نکلتے نہ خلد سے باہر
جو کھاتے حضرت آدم یہ بیسنی روٹی

بیان مصنف

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہین مجھے

سو پشت سے ہے پیشۂ آبا سپہگری
کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہین مجھے

آزادہ رو ہون اور مرا مسلک ہے صلح کل
ہرگز کبھی کسی سے عداوت نہین مجھے

کیا کم ہے یہ شرف کہ ظفر کا غلام ہون
مانا کہ جاہ و منصب و ثروت نہین مجھے

استاد شہ سے ہو مجھے پرخاش کا خیال
یہ تاب یہ مجال یہ طاقت نہین مجھے

جام جہان نما ہے شہنشاہ کا ضمیر
سوگند اور گواہ کی حاجت نہین مجھے

مین کون اور ریختہ ہان اس سے مدعا
جز انبساط خاطر حضرت نہین مجھے

سہرا لکھا گیا ز رہ امتثال امر
دیکھا کہ چارہ غیر اطاعت نہین مجھے

مقطع مین آ پڑی ہے سخن گسترانہ بات
مقصود اس سے قطع محبت نہین مجھے

روئے سخن کسی کی طرف ہو تو روسیاہ
سودا نہین جنون نہین وحشت نہین مجھے

قسمت بری سہی پہ طبیعت بری نہین
ہے شکر کی جگہ کہ شکایت نہین مجھے

صادق ہون اپنے قول مین غالب خدا گواہ
کہتا ہون سچ کہ جھوٹ کی عادت نہین مجھے

مدح

نصرت الملک بہادر مجھے بتلا کہ مجھے
تجھ سے جو اتنی ارادت ہے تو کس بات سے ہے

گرچہ تو وہ ہے کہ ہنگامہ اگر گرم کرے
رونق بزم مہ و مہر تری ذات سے ہے

اور مین وہ ہون کہ گر جی مین کبھی غور کرون
غیر کیا خود مجھے نفرت مری اوقات سے ہے

خستگی کا ہو بھلا جسکے سبب سے سر دست
نسبت اک گونہ مرے دلکو ترے ہات سے ہے

ہاتھ مین تیرے رہے توسن دولت کی عنان
یہ دعا شام و سحر قاضی حاجات سے ہے

تو سکندر ہے مرا فخر ہے ملنا تیرا
گو شرف خضر کی بھی مجھکو ملاقات سے ہے

اس پہ گذرے نہ گمان ریو و ریا کا زنہار
غالب خاک نشین اہل خرابات سے ہے

متفرقات

ہی چار شنبہ آخر ماہ صفر چلو — رکھدین چمن مین بھر کے مئے مشکبو کی ناند
جو آئے جام بھر کے پیے اور ہو کے مست — سبزے کو روندتا پھرے پھولونکو جا کے پھاند
غالب یہ کیا بیان ہے بجز مدح بادشاہ — بھاتی نہین ہے اب مجھے کوئی نوشتہ خواند
بٹتے ہین سونے روپے کے چھلے حضور مین — ہے جنکے آگے سیم و زر مہر و ماہ ماند
یون سمجھیے کہ بیچ سے خالی کیے ہوئے — لاکھون ہی آفتاب ہین اور بیشمار چاند

در مدح شاہ

اے شاہ جہانگیر جہان بخش جہاندار — ہے غیب سے ہر دم تجھے صد گونہ بشارت
جو عقدۂ دشوار کہ کوشش سے نہ وا ہو — تو وا کرے اس عقدے کو سو بھی باشارت
ممکن ہی کرے خضر سکندر سے ترا ذکر — گر لب کو نہ دے چشمۂ حیوان سے طہارت
آصف کو سلیمان کی وزارت سے شرف تھا — ہی فخر سلیمان جو کرے تیری وزارت
ہی نقش مریدی ترا فرمان الہی — ہے داغ غلامی ترا توقیع امارت
تو آب سے گر سلب کرے طاقت سیلان — تو آگ سے گر دفع کرے تاب شرارت
ڈھونڈھے نہ ملے موجۂ دریا مین روانی — باقی نہ رہے آتش سوزان مین حرارت
ہے گرچہ مجھے نکتہ سرائی مین توغل — ہے گرچہ مجھے سحر طرازی مین مہارت
کیونکر نہ کرون مدح کو مین ختم دعا پر — قاصر ہے ستایش مین تری میری عبارت
نوروز ہے آج اور وہ دن ہے کہ ہوئے ہین — نظارگی صنعت حق اہل بصارت
تجھکو شرف مہر جہانتاب مبارک — غالب کو ترے عتبۂ عالی کی زیارت

قطعہ

افطار صوم کی کچھ اگر دستگاہ ہو | اس شخص کو ضرور ہے روزہ رکھا کرے
جس پاس روزہ کھول کے کھانے کو کچھ نہ ہو | روزہ اگر نہ کھائے تو ناچار کیا کرے

گزارش مصنف بحضور شاہ

اے شہنشاہ آسمان اورنگ | اے جہاندار آفتاب آثار
تھا مین اک بے نوائے گوشہ نشین | تھا مین اک دردمند سینہ فگار
تم نے مجکو جو آبرو بخشی | ہوئی میری وہ گرمی بازار
کہ ہوا مجسا ذرۂ ناچیز | روشناس ثوابت و سیار
گرچہ از روئے ننگ بے ہنری | ہون خود اپنی نظر مین اتنا خوار
کہ گر اپنے کو مین کہون خاکی | جانتا ہون کہ آئے خاک کو عار
شاد ہون لیکن اپنے جی مین کہ ہون | بادشہ کا غلام کارگذار
خانہ زاد اور مرید اور مداح | تھا ہمیشہ سے یہ عریضہ نگار
بارے نوکر بھی ہو گیا صد شکر | نسبتین ہو گئین مشخص چار
نہ کہون آپ سے تو کس سے کہون | مدعائے ضروری الاظہار
پیر و مرشد اگرچہ مجکو نہین | ذوق آرایش سر و دستار
کچھ تو جاڑے مین چاہیے آخر | تا نہ دے باد زمہریر آزار
کیون نہ درکار ہو مجھے پوشش | جسم رکھتا ہون ہے اگرچہ نزار
کچھ خریدا نہین ہے اب کے سال | کچھ بنایا نہین ہے اب کی بار
رات کو آگ اور دن کو دھوپ | بھاڑ مین جائین ایسے لیل و نہار
آگ تاپے کہان تلک انسان | دھوپ کھاوے کہان تلک جاندار
دھوپ کی تابش آگ کی گرمی | وقنا ربنا عذاب النار

میری تنخواہ جو مقرر ہے — اس کے ملنے کا ہے عجب ہنجار

رسم ہے مردے کی چھ ماہی ایک — خلق کا ہے اسی چلن پہ مدار

مجھکو دیکھو تو ہوں بقید حیات — اور چھ ماہی ہو سال میں دو بار

بسکہ لیتا ہوں ہر مہینے قرض — اور رہتی ہے سود کی تکرار

میری تنخواہ میں تہائی کا — ہو گیا ہے شریک ساہوکار

آج مجھ سا نہیں زمانے میں — شاعر نغز گوئے خوش گفتار

رزم کی داستان گر سنیے — ہے زباں میری تیغ جوہر دار

بزم کا التزام گر کیجے — ہے قلم میری ابر گوہر بار

ظلم ہے گر نہ دو سخن کی داد — قہر ہے گر کرو نہ مجھکو پیار

آپ کا بندہ اور پھروں ننگا — آپ کا نوکر اور کھاؤں ادھار

میری تنخواہ کیجے ماہ بماہ — تا نہ ہو مجھکو زندگی دشوار

ختم کرتا ہوں اب دعا پہ کلام — شاعری سے نہیں مجھے سروکار

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

قطعات

سیہ گلیم ہوں لازم ہے میرا نام نہ لے — جہاں میں جو کوئی فتح و ظفر کا طالب ہے

ہوا نہ غلبہ میسر کبھی کسی پہ مجھے — کہ جو شریک ہو میرا شریک غالب ہے

قطعہ

سہل تھا مسہل ولے یہ سخت مشکل آ پڑی — مجھ پہ کیا گذرے گی اتنے روز حاضر بن ہوے

تین دن مسہل سے پہلے تین دن مسہل کے بعد — تین مسہل تین تبریدیں یہ سب کتنے دن ہوے

قطعہ ۳ تاریخ

خجستہ انجمن طوی میرزا جعفر — کہ جسکے دیکھے سے سبکا ہوا ہے جی محظوظ
ہوئی ہے ایسے ہی فرخندہ سال مین غالب — نہ کیون ہو مادہ سال عیسوی محظوظ ۱۸۵۴

قطعہ ۴ تاریخ دیگر

ہوئی جب میرزا جعفر کی شادی — ہوا بزم طرب مین رقص ناہید
کہا غالب نے تاریخ اسکی کیا ہے — تو بولا انشراح جشن جمشید

قطعہ ۵

گو ایک بادشاہ کے سب خانہ زاد ہین — دربار دار لوگ بہم آشنا نہین
کانون پہ ہاتھ دھرتے ہین کرتے ہوئے سلام — اس سے ہے یہ مراد کہ ہم آشنا نہین

رباعیات

بعد از اتمام بزم عید اطفال — ایام جوانی رہے ساغر کش حال
آپہونچے ہین تا سواد اقلیم عدم — اے عمر گذشتہ یک قدم استقبال

ایضاً

شب زلف و رخ عرق فشان کا غم تھا — کیا شرح کرون کہ طرفہ تر عالم تھا
رویا مین ہزار آنکھ سے صبح تلک — ہر قطرۂ اشک دیدۂ پرنم تھا

ایضاً

آتشبازی ہے جیسے شغل اطفال — ہے سوز جگر کا بھی اسی طور کا حال
تھا موجد عشق بھی قیامت کوئی — لڑکون کیلئے گیا ہے کیا کھیل نکال

ایضاً	
دل تھا کہ جو جان درد تمہید سہی	بیتابی رشک و حسرت دید سہی
ہم اور فسردن اے تجلی افسوس	تکرار روا نہیں تو تجدید سہی
ایضاً	
ہے خلق حسد قماش لڑنیکے لیے +	وحشت کدۂ تلاش لڑنیکے لیے +
یعنے ہر بار صورت کاغذ باد	ملتے ہیں یہ بدمعاش لڑنیکے لیے
ایضاً	
دل سخت نژند ہوگیا ہے گویا +	اوس سے گلہ مند ہوگیا ہے گویا
پر یار کے آگے بول سکتے ہی نہیں	غالب منہ بند ہوگیا ہے گویا
ایضاً	
دکھ جی کے پسند ہوگیا ہے غالب	دل رک رک کر بند ہوگیا ہے غالب
واللہ کہ شب کو نیند آتی ہی نہیں	سونا سوگند ہوگیا ہے غالب
ایضاً	
مشکل ہے ز بس کلام میرا اے دل	سن سن کے اوسے سخنوران کامل +
آساں کہنے کی کرتے ہیں فرمائش	گویم مشکل وگر نگویم مشکل
ایضاً	
بھیجی ہے جو مجھکو شاہ جم جاہ نے دال	ہے لطف و عنایات شہنشاہ پہ دال
یہ شاہ پسند دال بے بحث و جدال	ہے دولت و دین و دانش و داد کی دال
ایضاً	
ہیں شہ میں صفات ذوالجلالی باہم	آثار جلالی و جمالی باہم
ہوں شاد نہ کیوں سافل و عالی باہم	ہے اب کی شب قدر و دوالی باہم

ایضاً

حق شہ کی بقا سے خلق کو شاد کرے | تا شاہ شیوع دانش و داد کرے
یہ دی جو گئی ہے رشتۂ عمر مین گانٹھہ | ہے صفر کہ افزایش اعداد کرے

ایضاً

اس رشتہ مین لاکھہ تار ہون بلکہ سوا | اتنے ہی برس شمار ہون بلکہ سوا
ہر سینکڑہ کو ایک گرہ فرض کرین | ایسی گرہین ہزار ہون بلکہ سوا

ایضاً

کہتے ہین کہ اب وہ مردم آزار نہین | عشاق کی پرسش سے اوسے عار نہین
جو ہاتھہ کہ ظلم سے اوٹھایا ہوگا | کیونکر مانون کہ اوسمین تلوار نہین

ایضاً

ہم گرچہ بنے سلام کرنیوالے | کرتے ہین درنگ کام کرنے والے
کہتے ہین کہین خدا سے اللہ اللہ | وہ آپ ہین صبح و شام کرنیوالے

ایضاً

سامان خور و خواب کہان سے لاؤن | آرام کے اسباب کہان سے لاؤن
روزہ مرا ایمان ہے غالب لیکن | خسخانہ و برف آب کہان سے لاؤن

ایضاً

ان سیم کے بیجون کو کوئی کیا جانے | بھیجے ہین جو ارمغان شہ والا نے
گن کر دیوین گے ہم دعائین سو بار | فیروزہ کی تسبیح کے ہین یہ دانے

خاتمۃ الطبع خدا کا شکر ہے کہ اندنون دیوان اردو حضرت غالب دہلوی مطبع منشی نول کشور صاحب مین بمقام لکھنؤ بار پنجم ماہ ستمبر ۱۸۷۳ع مین چھپکر طیار ہوا اہل سخن کا رفع انتظار ہوا فقط

[illegible] [illegible] [illegible] با محمد [illegible]

[illegible] [illegible] [illegible]

دیوان بہار حرم مصنفہ مولوی حاجی محمد نذیر صاحب مصطفے آبادی در نعت رسول مقبول ہیں ۔

دیوان واسطی مصنفہ سید مولوی فضل رسول صاحب بہادر تعلقدار ۔

دیوان عاشق مصنفہ پنڈت کنہیا لال صاحب تخلص عاشق ۔

دیوان خواجہ میر درد اردو یہ کلام شاعر صاحب باطن کا ہے ۔

دیوان بحر اسرار حقیقت مصنفہ حضرت علی صاحب در نعت خاتم المرسلین ۔

دیوان ہشیار مطبوعہ منشی گیولرام صاحب غزلیات وغیرہ ۔

غنچہ آرزو دیوان صبا ۔ از میر وزیر صبا

دیوان ضامن ۔ از سید ضامن شاہ

دیوان نواب علاء الدولہ تخلص فقیہ مطبوعہ دہلی ۔

کلیات صنعت کلام شاعر مستند میاں کریم الدین صنعت مرادآبادی ۔

کلیات ناسخ کلیات شیخ امام بخش ناسخ ہے دیوان سہ مصرعہ

کلیات آتش تصنیف خواجہ حیدر علی آتش لکھنوی سہ مصرعہ ۔

کلیات نظام اردو یہ کلیات بلاغت نکات از کلام معجز نظام جناب نظام الدولہ

نواب محمد مرزا اسمعیل خان بہادر نظام ہے خیالات نظم قابل دید ہیں ۔

کلیات نظیر اکبرآبادی اسمین مخمس مسدس و دیگر نظم ہیں ۔

کلیات امیر اللہ تسلیم نام تاریخی لطف سخن تصنیف منشی امیر اللہ صاحب تسلیم شاگرد رشید نسیم دہلوی ۔

کلیات میر مسلم الثبوت استادونکا کلام ہے بعد قطع ثانی مکرر طبع ہوا ۔

کلیات ظفر چہار جلد یہ مجموعہ دیوان ظفر مشہور ہے ۔

کلیات مومن نہایت پاکیزہ ولایتی کاغذ پر چھپا ہے ۔

تحفۂ سرمدی دیوان ہے غزلیات ردیف وار در نعت سرور کائنات از منشی غلام سرور صاحب لاہوری ۔

کلیات انشاء اللہ خان یہ کلیات نتیجہ طبع عالی میر انشاء اللہ خان بہادر کا ہے اور یہ حضرت عہد میں نواب سعادت علیخان بہادر کے بڑے نامی شاعروں سے تھے ۔

کلیات فسانہ اس مجموعہ میں رسائل ذیل ہیں شاہد عشرت سخن شعرا اشعار فسانہ مرغوب دل رفتہ ہشیال گنج نوا سنج چشمۂ فیض ۔

تند پارسی زبان ۔ ریختہ

قطعہ منتخب از مولوی عبدالغفور خانصاحب بہادر